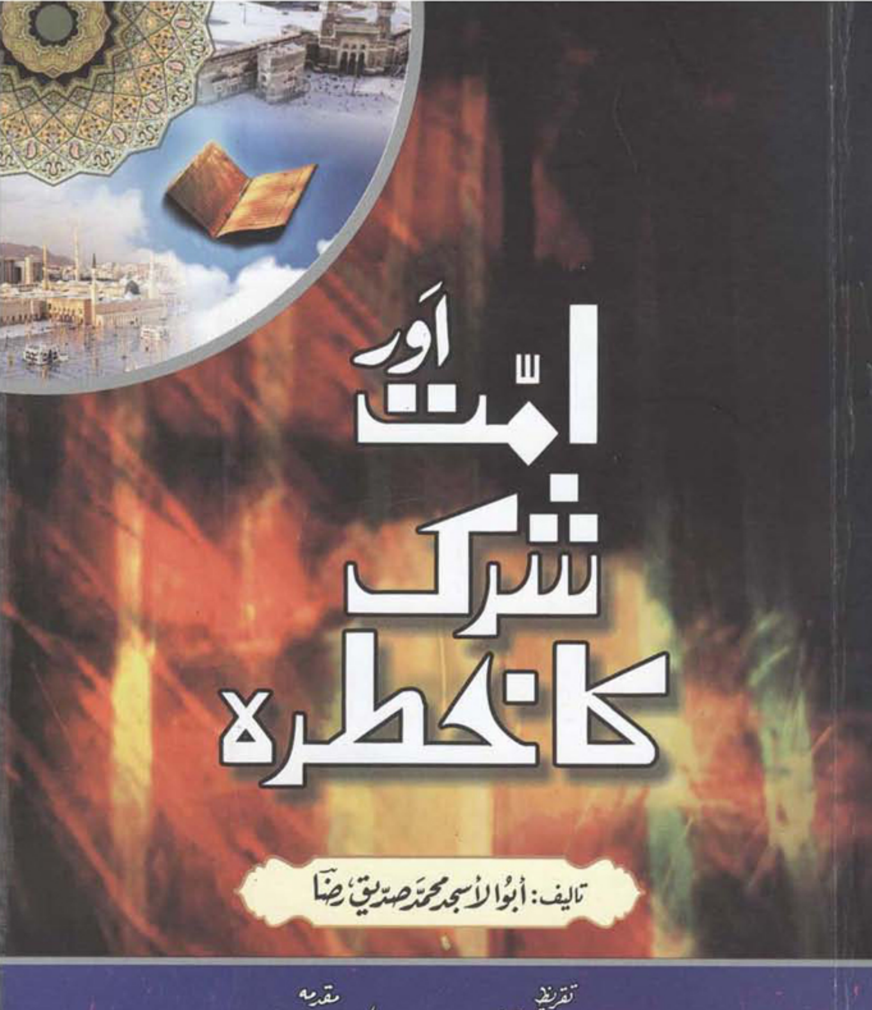


تقریظ
حافظ زبیر علی زئی

مقدمہ
ابو الحسن مبشر احمد ربانی

نعمان پبلیکیشنز



تالیف

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

تقریظ

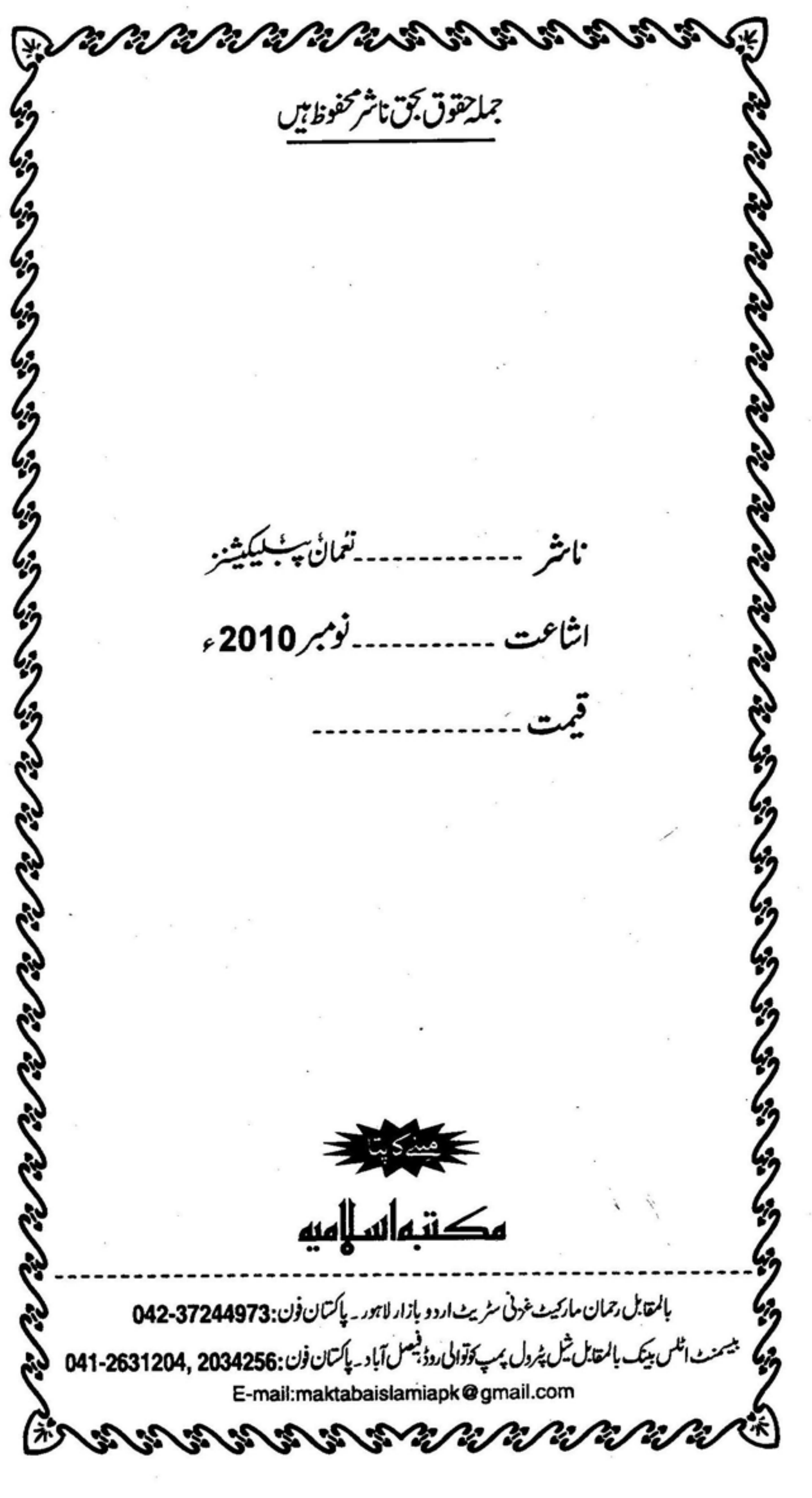
حافظ زبیر علی زئی

مقدمہ

ابوالحسن مبشر احمد ربانی



نعمان پبلیکیشنز



ناشر ....نعمان پبلیکیشنز

اشاعت ....نومبر 2010ء

قیمت ....

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون: 042-37244973

بیسمنٹ اٹلس بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد۔ پاکستان فون: 041-2631204, 2034256

E-mail:maktabaislamiapk@gmail.com

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسوله الأمین، أما بعد:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى ۝ ﴾

''وہ تو (اپنی) خواہش سے نہیں بولتا مگر وحی جو اُن کی طرف کی جاتی ہے۔'' [1]

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو بھی پیشین گوئیاں فرمائی ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی وحی میں سے ہیں۔ ان پیشین گوئیوں میں سے ایک بڑی پیش گوئی یہ بھی ہے کہ اُمتِ مسلمہ میں سے بعض لوگ مشرکین کے ساتھ مل جائیں گے اور اَوثان (بتوں، قبروں وغیرہ) کی عبادت کریں گے۔ [2]

معلوم ہوا کہ اُمتِ اجابت (کلمہ پڑھنے والے اُمتیوں) میں سے بعض بدنصیب و راندۂ درگاہ اُمتی اپنی شقاوت وغباوت کی وجہ سے شرک کا ارتکاب کریں گے۔

شرک اتنا سنگین جرم اور ظلم عظیم ہے کہ رب العالمین نے اعلان فرمادیا:

''اللہ اپنے ساتھ شرک کرنے والے کو کبھی معاف نہیں کرے گا اور باقی جسے چاہے گا معاف فرمادے گا۔'' [3]

اور فرمایا: جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اللہ نے اس پر جنت حرام قرار دے دی

---

[1] سورۃ النجم: ۳، ٤، ترجمہ کرم شاہ بھیروی ازهری، ضیاء القرآن ج۵ ص ۹، ۱۰۔
[2] سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء لا تقوم الساعة حتی یخرج کذابون، ح ۲۲۱۹ وقال: "هذا حدیث صحیح" وسنده صحیح۔
[3] ٤/ النساء: ٤٨۔

اور جہنم کو اُس کا ٹھکانا بنا دیا۔ [1]

شرک ایسا گھناؤنا جرم ہے کہ مشرکین بھی اپنے شرک کا اعتراف کبھی نہیں کرتے بلکہ انکار کرتے ہیں۔

مشرکین جب قیامت کے دن خالقِ کائنات کے دربار میں حاضر ہوں گے تو قسمیں کھاتے ہوئے کہیں گے:

﴿ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴾ اور ہمارے رب: اللہ کی قسم! ہم مشرک (یعنی شرک کرنے والے) نہیں تھے۔ [2]

کہا جائے گا: دیکھو! یہ لوگ کیسے اپنے آپ پر جھوٹ بول رہے ہیں اور جو کذب وافتراء یہ گھڑتے تھے، آج اُن سے گم ہو چکا ہے۔!

عصرِ حاضر میں بعض اہلِ بدعت نے یہ عجیب وغریب اور کتاب وسنت کے خلاف دعویٰ کر دیا ہے کہ اُمتِ مسلمہ میں شرک کبھی نہیں ہوگا۔ !!

برادر محترم ابو الاسجد محمد صدیق رضا حفظہ اللہ نے ان مبتدعین کی تردید کے لئے قلم اُٹھایا اور کتاب وسنت کے دلائل جمع کر کے ایک عظیم الشان کتاب ترتیب دے دی جسے قسط وار ماہنامہ الحدیث حضرو میں شائع کیا گیا اور اب یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ والحمد للہ

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہر مسلمان کو شرک و بدعت سے بچائے اور ہمیشہ کتاب و سنت پر عمل کرنے والا بنائے۔ آمین

جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) جن کا اہلِ بدعت کے ہاں بہت بڑا مقام ہے، نے قبر پرستی کو اصل عبادۃ الاوثان (بت پرستی کی اصل) قرار دیتے ہوئے فرمایا:

"أصل عبادة الأوثان ... ولهذا تجد أقوامًا كثيرة من الضالين يتضرعون عند قبر الصالحين ويخشعون ويتذللون ويعبدونهم بقلوبهم عبادة لا يفعلونها في بيوت الله المساجد"

اس لئے آپ بہت سے گمراہوں کو دیکھیں گے کہ صالحین (نیک لوگوں) کی قبر کے

[1] ٥/ المائده: ٧٢۔ [2] ٦/ الانعام: ٢٣۔

پاس گڑگڑاتے ہیں، خشوع اور عاجزی کرتے ہیں اور اپنے دلوں کے ساتھ اُن کی ایسی عبادت کرتے ہیں جو کہ وہ اللہ کے گھروں: مساجد میں نہیں کرتے۔

علامہ سیوطی مزید فرماتے ہیں:

"فأما إن قصد الإنسان الصلوة عندها ، أو الدعاء لنفسه في مهماته و حوائجه متبركًا بها راجيًا للإجابة عندها ، فهذا عين المحادّة لله ورسوله والمخالفة لدينه وشرعه"

کوئی انسان ان قبروں کے پاس نماز کے لئے یا بطورِ تبرک (اور) قبولیتِ دعا کی امید پر اپنی مصیبتوں اور ضرورتوں میں وہاں دعا کرنے کے لئے رجوع کرے تو یہ عین اللہ اور رسول سے دشمنی ہے اور آپ کے دین وشریعت کی مخالفت ہے۔ [1]

شاہ ولی اللہ الدہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے فرمایا:

"اگر عرب کے مشرکین کے احوال واعمال کا صحیح تصور تمہارے لئے مشکل ہو اور اس میں کچھ توقف ہو تو اپنے زمانے کے پیشہ ور عوام، خصوصاً وہ جو دارالاسلام کے اطراف میں رہتے ہیں۔ ان کا حال دیکھ لو۔ وہ قبروں، آستانوں اور درگاہوں پر جاتے ہیں اور طرح طرح کے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔ [2]

اللہ سے دعا ہے کہ وہ اخی فی اللہ وجبی ابوالاسجد حفظہ اللہ کی اس کتاب کو اہلِ بدعت کی ہدایت اور اہلِ توحید کے دلوں کی ٹھنڈک بنائے۔ آمین

(۲۸/ اکتوبر ۲۰۰۸ء)

حافظ زبیر علی زئی

مدرسہ اہل الحدیث حضرو۔ ضلع اٹک

---

[1] دیکھئے سیوطی کی کتاب. الامر بالاتباع والنھی عن الابتداع ص ۶۳۔

[2] الفوز الکبیر عربی ص ۲۰ ، فارسی ص ۱۱ ، قبر پرستی ایك حقیقت پسندانه جائزه از قلم مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ ص ۲۱ واللفظ له۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبيَّ بعده

تمام انبیاورسل علیہم السلام کی سب سے پہلی دعوت اپنی اپنی قوموں کو عقیدہ توحید کی تھی۔ ہر نبی اور رسول نے اللہ کی الوہیت اور عبودیت کی طرف بلایا اور غیر اللہ کی بندگی سے منع کیا اور اپنی اپنی قوموں کو شرک کی عمیق وادیوں سے نکال کر گلشن توحید کی طرف لانے کی مساعیٔ جمیلہ سرانجام دیں۔ کفر وظلمات کے پھوٹتے ہوئے سوتوں کو مسل کر نور ہدایت کی شمعیں جلائیں۔ شرک اور مشرکین کی مذمت کی اور کفر وشرک کے عواقب اور نتائج سے باخبر کیا۔

☆ بریلوی مکتبہ فکر کے علامہ غلام رسول سعیدی اپنی تفسیر ''تبیان القرآن'' ۵/ ۸۷۷ پر لکھتے ہیں۔

''اور نذر عبادت مقصودہ ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کی نذر اور منت ماننا جائز نہیں ہے۔''

لیکن اس کے باوجود عوام میں سے بہت سارے لوگ اللہ کے نام کی نذر و نیاز اتنی نہیں دیتے جتنی غیر اللہ کے لیے دیتے ہیں بلکہ کئی تو ایسے ہیں جو نذر صرف غیر اللہ کی ہی دیتے ہیں اللہ کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ اور مزارات پر موجود ان کے علما انہیں روکتے بھی نہیں ہیں۔ اور حقیقت سمجھنے کے باوجود وھابیت کے لیبل سے بچنے کے لیے چشم پوشی کر جاتے ہیں۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ﴾ [1]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا اور اس کے علاوہ جس کے لیے چاہے گا معاف کر دے گا۔''

---

[1] ٤/ نساء:٤٨۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴾ [1]

''یقیناً شرک ظلم عظیم ہے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ﴾ [2]

''بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانا آگ ہے۔''

اب یہ بات جاننے اور سمجھنے کی ضرورت ہے کہ شرک کسے کہتے ہیں۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ شرک کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

"الشرك: هو أن تجعل لله ندًا أو تعبد منغيره من حجر أو بشر أو شمس أو قمر أو نبي أو جني أو نجم أو ملك أو شيخ أو غير ذلك۔" [3]

''شرک یہ ہے کہ تو اللہ کے لیے حصہ دار بنائے یا اس کے ساتھ اس کے غیر کی عبادت کرے جیسے پتھر، انسان، سورج، چاند، نبی، جن، ستارہ، فرشتہ یا شیخ وغیرہ کی۔''

پھر اس کے بعد امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شرک میں بعض وہ جاہل لوگ واقع ہوئے ہیں جو دین اسلام کی طرف نسبت رکھنے والے ہیں اور یہ وقوع جہالت کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس میں بعض وہ لوگ بھی شامل ہیں جو مشائخ کی طرف منسوب ہیں جیسے شیخ احمد ابن الرفاعی یا شیخ یونس الشیبانی المخارقی (طائفہ یوسفیہ جن کی طرف منسوب ہے) اور شیخ عدی بن مسافر (جس کی طرف طائفہ عدویہ منسوب ہے۔ وغیرہم۔

---

[1] ۳۱/ لقمان:۱۳۔ [2] ۵/ المآئدة:۷۲۔

[3] تذكرة اولى البصائر، ص:۱۹ مطبوعه دار ابن كثير بيروت طبعة اولى:۱۴۲۴ھ ۲۰۰۳م۔

اور اللہ کے سوا ان کے ذکر اور محبت میں دیوانے ہو جاتے ہیں ان کی قبروں پر اعتکاف بیٹھتے اور ان کو بوسے دیتے ہیں اور ان کو سجدہ کرتے ہیں اور ان سے استغاثہ کرتے ہیں اور ان سے بخشش چاہتے اور حاجات کا مطالبہ کرتے ہیں یہ اصل بت پرستی ہے۔ اور اللہ کے ساتھ شرک کی ایک قسم ہے۔ [1]

وہ لات اور عزیٰ جن کی مشرکین عبادت کرتے تھے۔ ان میں سے لات نیک آدمی تھا حاجیوں کے لیے ستو گھولتا تھا۔ جب وہ مر گیا انہوں نے اس کی قبر پر اعتکاف کیا اس کی عبادت کرنے لگے۔

اسی طرح ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے مطابق آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان نیک لوگ تھے جیسا کہ صحیح البخاری (۴۹۲۰) وغیرہ میں ہے۔

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ لات وعزیٰ، ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کا ذکر کر کے پھر لکھتے ہیں " فظهر لهذا أن أصل عبادة الأوثان والأصنام من تعظيم قبور الأولياء والصالحين ولهذا نهى الشارع ﷺ عن تعظيم القبور والصلاة عندها والعكوف عليها فان ذلك هو الذى أوقع الأمم الماضية بالشرك الأكبر" [2]

"اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ بت پرستی اور صنم پرستی کی اصل اولیا و صالحین کی قبروں کی (بے جا) تعظیم کرنے سے ہے اس لیے شارع علیہ السلام نے قبور کی تعظیم اور ان کے پاس نماز ادا کرنے اور ان پر اعتکاف کرنے سے منع کیا ہے بلاشبہ یہ چیز ہے جس نے گزشتہ امتوں کو شرکِ اکبر میں مبتلا کر دیا تھا۔"

پھر فرماتے ہیں:

"ولهذا نجد ايضًا فى هذا الزمان أقوامًا من الضُلال الذين استحوذ عليهم الشيطان يتضرعون عند القبور وعند سماع

[1] تذکرۃ اولی البصائر، ص:۲۹، ۲۰ ملخصًا۔ [2] الایضًا، ص:۲۱۔

ذکر مشایخهم ویخشعون عندها ویعبدونهم بقلوبهم عبادة لا یفعلونها فی المسجد ولا فی السحر ومنهم من یسجد للقبر فهذا هو شرك بالله نعوذ بالله منه۔" [1]

''اس لیے اس دور میں ہم ایسی گمراہ قوموں کو پاتے ہیں جن پر شیطان مسلط ہو چکا ہے جو قبروں اور اپنے مشائخ کا ذکر کرتے وقت گریہ زاری کرتے اور خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں اور اپنے دلوں کے ساتھ ان کی ایسی عبادت کرتے ہیں جو وہ مسجد میں اور سحری کے وقت نہیں کرتے۔ اور بعض ان میں سے قبر کو سجدہ کرتے ہیں یہی اللہ کے ساتھ شرک ہے ہم اس سے اللہ کی پناہ پکڑتے ہیں۔''

نبی کریم ﷺ سے صحیح ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

((اللهم لا تجعل قبری وثنا یعبد فی الارض، اشتد غضب الله علی قوم اتخذوا قبور انبیائهم مساجد))

''اے اللہ میری قبر کو ایسا نہ بنانا جس کی زمین میں عبادت کی جانے لگے اللہ کا غضب اس قوم پر سخت ہوا جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔''

یہ روایت مسند احمد: (۷۳۰۸) مسند حمیدی: (۱۰۲۰) وغیرھما میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح مروی ہے۔

آپ ﷺ نے اپنی امت کو اس قبر پرستی سے ڈرایا ہے جب آپ کی قبر کو سجدہ کرنے والے کے لیے وعید شدید ہے تو آپ کے علاوہ ان مشائخ کے بارے میں کیا گمان ہو سکتا ہے؟

امام ابن الجوزی فرماتے ہیں:

"ومن ذلك الاستغاثة بهم فی قضاء حوائجهم والحلف بهم والتواجد عند ذکرهم مالا یفعلونها عند ذکر الله وسماع

---

[1] ایضاً، ص:۲۱۔

آیاتہ فیمن استعان بغیر او استغاثہ کما یقولہ ہؤلاء المتولہون بالمشایخ یا سیدی یاشیخ فلان، فقد اشرك مع اللّٰہ غیرہ۔" [1]

"اور اس شرک میں سے یہ بھی ہے کہ مشائخ و اولیا سے حاجات پوری کروانے کے لیے استغاثہ کیا جائے اور ان کے نام کا حلف اٹھایا جائے۔ اور ان کا ذکر کرتے وقت وجدانی کیفیت اختیار کی جائے جو لوگ اللہ کے ذکر اور اس کی آیات کے سماع کے وقت اختیار نہیں کرتے۔ جس نے غیر اللہ سے مدد طلب کی یا مدد کے لیے پکارا جس طرح مشائخ کے ساتھ دیوانگی اختیار کرنے والے حضرات کہتے ہیں یا سیدی یا شیخ فلاں...... تو اس نے اللہ کے ساتھ غیر کو شریک بنایا ہے۔"

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے قبروں مزاروں اور آستانوں پر مشائخ و اولیا کے نام پر ہونے والے جس شرک کا ذکر کیا ہے یہ شرک آج بھی آستانوں، مزاروں اور قبروں پر اولیا کے نام پر کیا جاتا ہے۔ لوگ درباروں پر حاضر ہو کر اپنی مشکلات، مصائب اور حاجات ان کے سامنے عرض کر کے اور نذریں نیازیں چڑھاوے اور ان کے نام کی منتیں مانتے ہیں۔

اور تقریباً ہر علاقے میں شرک کے اڈے قائم ہیں ائمہ حدیث اور فقہا کی تصریحات کے باوجود لوگ اسے شرک سمجھتے ہی نہیں ہیں اور پھر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ امت مسلمہ میں شرک ہو ہی نہیں سکتا۔

اسی موضوع پر ہمارے فاضل شاگرد اور کامیاب مناظر مولانا صدیق رضا صاحب حفظہ اللہ نے قلم اٹھایا پہلے ان کا یہ مضمون ہمارے مؤقر اور بے مثال تحقیقی ماہنامہ "الحدیث" حضرو میں قسط وار شائع ہوتا رہا جو اسماء الرجال کے ماہر، نقاد اور عصر حاضر کے عظیم محدث أخی فی اللہ حافظ ابو طاہر زبیر علی زئی حفظہ اللہ وصانہ من کل تلف و تأسف کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے۔

اب وہی مضمون کچھ ضروری ترمیم اور کمی بیشی کے ساتھ کتابی صورت میں طبع کیا جا

[1] ایضاً، ص:۲۲۔

رہا ہے۔ جس میں فاضل مؤلف نے نہ صرف یہ ثابت کیا ہے کہ امت مسلمہ کے بعض افراد شرک کی نجاست سے آلودہ ہوئے ہیں بلکہ معترضین کے اعتراضات باردہ کے کافی وشافی جوابات بھی تحریر کیے ہیں۔ یہ تحریر انتہائی آسان، سلیس اور عمدہ اسلوب اپنے دامن میں ضم کیے ہوئے ہے اور مخالفین کی اپنی کتب کے الزامی دلائل سے بھی لبریز ہے۔ اور زیر بحث مسئلہ کے کافی خبایا وزوایا کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ کیونکہ صاحب تحریر مناظرانہ ذہن رکھتے ہیں اس لیے شرعی دلائل کے ساتھ ساتھ مخالفین کے گھر کی گواہیاں بھی ضبط تحریر میں لاتے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو شرک کی نحوست ونجاست سے مصون و مامون فرمائے اور دامن توحید سے وابستہ فرمائے۔ اور اس کتاب کو مؤلف، ناشر، جملہ معاونین کے لیے نجات کا وسیلہ وذریعہ بنائے آمین۔

ابوالحسن مبشر احمد ربانی عفی اللہ عنہ
رئیس مرکز الحسن ۸۸۲ پی بلاک سبزہ زار
لاہور
۱۸۔۴۔۲۰۰۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مؤلف

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی اشرف الخلق والمرسلین۔ امابعد!

دین اسلام کی تعلیمات سے معمولی سی شد بد رکھنے والا شخص بھی اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ اسلام میں شرک اس قدر ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے اور توحید کو اس قدر اہمیت حاصل ہے کہ جب تک کوئی شخص ہر قسم کے کفر وشرک اور بدعقیدگی سے برأت اختیار کر کے خالص توحید کا عقیدہ نہیں اپنا لیتا وہ کبھی بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں سرخرو اور کامیاب و کامران نہیں ہوسکتا، فوز وفلاحِ اخروی کبھی اس کا مقدر نہیں بن سکتی، نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کی ابدی نعمتوں والی جنت کا مستحق ہوسکتا ہے خواہ وہ اعمال کا ڈھیر لگا چکا ہو عمل کر کر کے خود کو تھکا ڈالے، کتنے ہی نیک اور عظیم اعمال بجا لائے اُسے اس کے یہ اعمال آخرت میں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے یہ اللہ عز وجل کا اٹل قانون ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴾ [1]

”کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کی خدمت کرنا اُس کے برابر کر دیا ہے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، یہ اللہ کے ہاں برابر نہیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

یہ اُن مشرکین کو اللہ تعالیٰ کا کھلا جواب ہے جو کرّہ ارض پر اللہ جل مجدہ کی عبادت کے لیے تعمیر ہونے والے پہلے گھر مسجدِ حرام کی دیکھ بھال و خدمت پر نازاں تھے۔ حاجیوں کو پانی پلانا اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے تھے، واقعی یہ معمولی اعمال تو نہیں لیکن جب دل و دماغ

[1] ۹/ التوبۃ:۱۹۔

ایمانِ باللہ سے خالی ہوں اور شرک و کفر سے اٹے ہوئے ہوں تو اللہ کے ہاں ان اعمال کی کوئی وقعت نہیں کوئی قدر و قیمت نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾ [1]

''اگر تم نے شرک کیا تو ضرور بالضرور تمہارا عمل برباد ہو جائے گا اور تم یقیناً خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔''

افسوس کہ آج اس امت کے عقائد و اعمال میں کتنی ہی ایسی چیزیں سرایت کر چکی ہیں جو عقیدۂ توحید کے یکسر منافی و خلاف ہیں، لیکن قرآن و سنت سے ناواقفی و دوری کی وجہ سے توحید کے اقرار اور شرک سے اجتناب کے باوجود لوگ انہیں اپنائے ہوئے ہیں غیر اللہ کے سامنے سجدے ہو رہے ہیں، ان سے دعائیں طلب کی جاتی ہیں ان کے حضور حاجت روائی کی فریادیں کی جاتی ہیں، ان کے لیے نذر و نیاز کا اہتمام ہے۔ غرضیکہ توحید کی اصل تعلیم اور اس کے لازمی تقاضوں سے کھلا انحراف ہے۔

اس پر طرّہ ہے کہ بہت سے لوگ ان امورِ شرکیہ کو عین اسلام، ایمان اور توحید باور کرانے میں اپنی تمام تر کوششیں اور جدوجہد صرف کیے ہوئے اپنی قوتیں بروئے کار لائے ہوئے ہیں، اسلام کی حقیقی تعلیمات اجنبی ہوتی چلی جا رہی ہے لیکن انہیں حقیقت اسلام سے آگاہ و باخبر کرنے کے بجائے انہیں تسلی دی جا رہی ہے بلکہ نام نہاد دلائل کے ذریعے ان کی حوصلہ افزائی کا فریضہ پوری سرگرمی کے ساتھ جاری و ساری ہے کہ اپنے رسوم و رواج اور ان نظریات پر مکمل دلجمعی کے ساتھ مگن رہو یہ امت تو شرک میں مبتلا ہو ہی نہیں سکتی یہ تو شرک سے محفوظ و مأمون ہے۔ اس امت میں تو شرک کا خطرہ ہی نہیں۔

شعوری یا لاشعوری طور پر بعض صحیح احادیث سے غلط استدلال بھی کرتے ہیں اور عامۃ الناس کو یہ تأثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ امت شرک میں مبتلا ہو ہی نہیں سکتی۔ اور سنتے سنتے بعض لوگوں میں یہ بات جڑ پکڑتی جا

---

[1] ۳۹/ الزمر:۶۵۔

رہی ہے اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے بہت سے اہل علم حضرات تحریر وتقریر کی شکل میں حقیقت حال واضح کرتے رہے ہیں خاص طور پر فضیلۃ الشیخ صلاح الدین یوسف صاحب حفظہ اللہ اور محبی فی اللہ فضیلۃ الشیخ استاذی المحترم ابوالحسن مبشر احمد ربانی صاحب حفظہ اللہ'' کی مدلل و محقق تصنیفِ لطیف بعنوان ''کلمہ گو مشرک'' کافی تفصیلی کتاب ہے راقم الحروف نے بھی باوجود علمی بے مائیگی کے محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ((الدین النصیحه))(دین خیر خواہی کا نام ہے۔ مسلم)اور ((بَلِّغُوْا عَنِّی وَلَوْ آيَةً))''پہنچادو میری طرف سے اگرچہ ایک ہی آیت ہو'' کے حکمِ عام کے پیش نظر اس عنوان پر کچھ خامہ فرسا ہی کی اور اس موضوع سے متعلق کچھ اہم مباحث پر قرآن وسنت کے دلائل اور اسلاف امت کی تائیدات کے ذریعے کچھ بحث کی اور اسی نہج پر فریقِ ثانی کی طرف سے پیش کیے جانے والے دلائل کا بھی قدرے تفصیلی جائزہ لیا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ استاذی المحترم فضیلۃ الشیخ حضرۃ العلّام حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ جب ناچیز نے اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں تحریر کردہ مضمون جناب کے ملاحظہ کے لیے پیش کیا اس عرض کے ساتھ کہ اسے اپنے رسالہ ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو میں شائع فرمادیں۔

آں محترم نے اس عرض کو شرفِ قبولیت عنایت فرمایا اور بعض مقامات پر اصلاح کے ساتھ اپنے انتہائی تحقیقی وعلمی رسالہ مذکورہ میں چند اقساط میں شائع فرمادیا اس پر بندہ ان کا از حد ممنون ومشکور ہے۔ اور ربِ کریم کے حضور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا علمی سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے اور ہم ایسے ناقص طالبعلموں اور ناتجربہ کار لکھنے والوں پر اسی طرح شفقت فرماتے ہوئے حوصلہ افزائی کرتے رہیں۔ اللہ عزوجل دین کے دشمنوں اور حاسدین کے شر سے انہیں اور ہم سب کو محفوظ فرمائے۔ بندہ ضروری سمجھتا ہے کہ اس موقع پر استاذی المحترم مبشر احمد ربانی صاحب کا بھی شکریہ ادا کرے کہ آنجناب نے اپنے قیمتی ومصروف ترین اوقات میں سے کچھ وقت نکال کر اس تحریر کے لیے قدرے تفصیلی مقدمہ تحریر فرمایا نیز اپنے عظیم الشان ذاتی لائبریری سے استفادہ کا موقع بھی دیا جزاہ اللہ خیرًا فی الدارین۔

الحمدللہ کہ ناچیز کو اس قدر محبت کرنے والے شفیق اساتذہ میسر آئے۔ نیز وہ دوست واحباب بھی جو ہمیشہ تحریری کام کرنے کا جذبہ دلاتے رہے اور اصرار کے ساتھ اس کام کے لیے ابھارتے رہے بالخصوص اپنے پیارے بھائی اور دوست جناب مولا بخش بلوچ اور بھائی نعمان احمد صاحب جنہوں نے ہمیشہ ہی حوصلہ افزائی کی اور مفید مشوروں سے نوازا اللھم احسنھم فی الدنیا والاخرۃ واجزھم جزاء حسنًا۔

یاد رہے کہ ''الحدیث'' میں اس مضمون کے دورانِ اشاعت راقم الحروف اس پر مزید غور کرتا رہا اب جب کتابی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ بنا تو کئی مقامات پر اضافہ کیا گیا ہے اور بعض مقامات پر کچھ حذف بھی کیا گیا۔ راقم الحروف نے پوری کوشش کی ہے کہ انتہائی سنجیدگی ونرمی کے ساتھ درست موقف پیش کر دیا جائے اور اسی اسلوب میں فریقِ ثانی کے پیش کردہ دلائل کا جائزہ لیا جائے اس بات کا بھی مکمل خیال رکھا ہے کہ کہیں سخت گوئی وترش کلامی کا دخل نہ ہو۔ چونکہ مقصود تو بس اصلاح ہے نہ کہ دل آزاری وطنز وتشنیع۔

فریقِ ثانی کے اکابر علما کے جا بجا حوالے دیئے گئے ہیں اس سے مقصود اپنے موقف کی حقانیت وپختگی کا اظہار ہے کہ ہم جو کچھ کہنا چاہ رہے ہیں یہ کسی حد تک آپ کے بھی مسلّمات ہیں۔ اسی طرح ان کی طرف کسی نظریہ یا استدلال کا انتساب کرتے ہوئے بھی پوری کوشش کی گئی ہے کہ ان کے اہل علم حضرات کے حوالوں سے اس کا ثبوت دیا جائے تاکہ یہ شکوہ نہ رہے کہ ہماری طرف جو کچھ منسوب کیا گیا وہ درست نہیں۔

ناچیز اس بات کا برملا اعتراف کرتا ہے کہ بحرِ علم کے ساحل پر کھڑا ادنیٰ سا طالب علم ہوں اہل علم حضرات اگر کہیں کوئی ضعف وسقم یا غلطی محسوس فرمائیں تو مطلع فرمادیں شکریہ کے ساتھ ان کا مشورہ قبول کرلوں گا۔

ان اختتامی کلمات کے ساتھ اپنی معروضات کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل اپنے محبوب رسول محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ پر نازل شدہ دین حق پر ثابت قدمی اور اس کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے خاص لطف وکرم سے میری خطاؤں کو معاف فرمائے۔ آمین، آمین یارب العالمین۔

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

اُمتِ مصطفیٰ ﷺ اور شرک

ألحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين، وَعَلَى آلِهِ وَأصْحَابِه أجْمَعِيْنَ وَمَنْ سَارَ عَلَى سَبِيْلِهِمْ إلى يَوْمِ الدِّيْن أما بعد:

شرک انتہائی مذموم عمل ہے، اللہ تعالیٰ نے شرک سے جس قدر کراہت وناپسندیدگی کا اظہار فرمایا شاید ہی کسی دوسرے مذموم عمل پر اس قدر کراہت وناپسندیدگی کا اظہار کیا ہو، اور اللہ رب العالمین نے ہر قوم کی طرف انبیا ورسل مبعوث فرمائے جن میں سے ہر رسول کی اساسی وبنیادی اور اوّلین دعوت توحید کے واضح اعلان اور شرک کی قطعی مذمت پر مبنی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ [1]

''اور یقیناً ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے (اس دعوت کے ساتھ) کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت سے بچو۔ (یعنی شرک وشیطان سے بچو)''

اور فرمایا:

﴿ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۝ ﴾ [2]

''ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اُسے یہی وحی کی کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں پس میری ہی بندگی کرو۔''

قرآن مجید میں مختلف انبیائے کرام علیہم السلام کے تذکارہائے جمیلہ ملاحظہ کیجئے آپ ہر نبی کو دعوتِ توحید دینے والا اور شرک کی مذمت کرنے والا پائیں گے۔

---

[1] ١٦/ النحل:٣٦۔ [2] ٢١/ الانبياء: ٢٥۔

نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی دعوت

﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾ [1]

''ہم نے نوح (عَلَیْہِ السَّلَام) کو انکی قوم کی طرف بھیجا، انہوں نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اُس کے سوا تمھارا کوئی اِلٰہ نہیں ہے۔''

ہود عَلَیْہِ السَّلَام کی دعوت

﴿ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾ [2]

''اور ہم نے (قوم) عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود (عَلَیْہِ السَّلَام) کو بھیجا، انہوں نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ کی بندگی کرو اُس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں۔''

صالح عَلَیْہِ السَّلَام کی دعوت

﴿ وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾ [3]

''اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (عَلَیْہِ السَّلَام) کو بھیجا، انہوں نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ کی بندگی کرو اُس کے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں۔''

شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کی دعوت

﴿ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾ [4]

''اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب (عَلَیْہِ السَّلَام) کو بھیجا انہوں نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔''

---

[1] ۷/ الاعراف: ۵۹۔ [2] ۷/ الاعراف: ۶۵۔
[3] ۷/ الاعراف: ۷۳۔ [4] ۷/ الاعراف: ۸۵۔

ابراہیم علیہ السلام کی دعوت

﴿ وَاِبۡرٰهِيۡمَ اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوۡهُ ؕ ﴾ [1]

''اور ابراہیم (علیہ السلام) نے جب اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اُسی سے ڈرتے رہو۔''

اور شرک کی مذمت کرتے ہوئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

﴿ اِنَّمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡثَانًا وَّتَخۡلُقُوۡنَ اِفۡكًا ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ لَا يَمۡلِكُوۡنَ لَكُمۡ رِزۡقًا فَابۡتَغُوۡا عِنۡدَ اللّٰهِ الرِّزۡقَ وَاعۡبُدُوۡهُ وَاشۡكُرُوۡا لَهٗ ؕ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ۝ ﴾ [2]

''تم تو اللہ کے علاوہ اوثان (بتوں) کی عبادت کرتے ہو اور جھوٹی باتیں گھڑ لیتے ہو (سنو!) جن کی تم عبادت کرتے ہو یقیناً وہ تمہارے رزق کے مالک نہیں، پس تم اللہ ہی سے رزق طلب کرو اور اُسی کی عبادت کرو اور اُسی کی شکر گزاری کرو اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

یوسف علیہ السلام کی دعوت

﴿ يٰصَاحِبَيِ السِّجۡنِ ءَاَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ خَيۡرٌ اَمِ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ ۝ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسۡمَآءً سَمَّيۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ ؕ اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝ ﴾ [3]

''اے میرے قید خانے کے ساتھیو! کیا متفرق (کئی ایک) پروردگار بہتر ہیں یا ایک اللہ زبردست طاقتور؟ اُس کے سوا تم جن جن کی عبادت کر رہے ہو وہ صرف چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے خود رکھ لئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، حکم فرمانروائی تو صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔ اس کا حکم ہے کہ تم سب اُس کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرو، یہی دین قیم ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

---

[1] ۲۹/ العنکبوت:۱٦۔ [2] ۲۹/ العنکبوت:۱۷۔ [3] ۱۲/ یوسف:۳۹، ۴۰۔

عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت

﴿ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ رَبِّى وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ ٱلْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ ٱلنَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴾ [1]

''اور مسیح (علیہ السلام) نے کہا: اے بنی اسرائیل !اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے، بے شک جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ نے اُس پر جنت حرام کردی ہے اور اُس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔''

امام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت

اسی طرح امام الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فاران کی چوٹیوں پر توحید کی دعوت بلند فرمائی اولین وحی ﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾ (مدثر) اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے کے تقاضے کو پورا کرتے ہوئے اپنی قوم کے لوگوں کو ایک الہ کی بندگی اور شرک کی نجاست سے دور رہنے کی دعوت پیش فرمائی مختلف انداز سے انہیں سمجھانے کی کوشش فرمائی قرآن مجید بالخصوص مکی سورتیں اس کی واضح دلیل ہیں۔ اسی طرح حدیث میں آتا ہے: ربیعہ بن عباد الدیلی سے مروی ہے:

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَصَرَ عَيْنَيَّ بِسُوْقِ ذِي الْمَجَازِ يَقُوْلُ: ((يَاأَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا)) يَدْخُلُ فِي فَجَاجِهَا، وَالنَّاسُ مُتَقَصَّفُوْنَ عَلَيْهِ، فَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا يَقُوْلُ شَيْئًا، وَهُوَ لَا يَسْكُتُ يَقُوْلُ ((يَاأَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا)). [2]

---

[1] ٥/ المائدة:٧٢۔ [2] مسند احمد، ج٣، ص:٢، ٤، و نسخه جديله، ج٢٥، ص:٤٠٤ رقم:١٦٠٢٣؛ مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت، الأحاد والمثانی لا بن ابی عاصم، ج٢، ص:٢٠٨، رقم:٩٦١؛ مطبوعه دار الراية، الرياض، معجم الكبير للطبرانی، ج٥، ص:٦١، رقم:٤٥٨٢؛ مطبوعه دار احياء التراث، بيروت، مستدرك للحاكم، ج١، ص:١٦٥، رقم:٤٠؛ مطبوعه دار المعرفة بيروت، وقال الهيثمی: واحد اسانيد عبدالله بن احمد ثقات الرجال، مجمع الزوائد، ج٦، ص:٢٥؛ مطبوعه مؤسسة المعارف، بيروت۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی ان دونوں آنکھوں سے ذوالمجاز کے بازار میں دیکھا، آپ فرمارہے تھے: ''اے لوگو! لا إلٰه الا اللّٰه کہو تم کامیاب ہو جاؤ گے'' آپ بازار کے راستوں میں داخل ہوتے، لوگ آپ کے اردگرد جمع ہو رہے تھے، میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے کوئی مثبت جواب دیا ہو، اور آپ خاموش نہیں ہوئے یہی فرماتے رہے کہ ''اے لوگو! لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ کہو تم کامیابی پاجاؤ گے۔''

رسول اللہ ﷺ کے امت کی اولین دعوت

اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت قبول کر لینے والے آپ پر ایمان لانے والے آپ کے اہلِ ایمان امتیوں کی اوّلین دعوت بھی ''دعوتِ توحید'' ہونی چاہیے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَمَّا بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ مُعَاذًا إِلَى نَحْوِ أَهْلِ الْيَمَنِ قَالَ لَهُ: ((إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلَى قَوْمٍ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَى أَنْ يُوَحِّدُوا اللّٰهَ تَعَالٰى)) [1]

جب نبی کریم ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اہل یمن کی طرف بھیجا تو اُن سے فرمایا: ''آپ اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس تشریف لے جائیں گے، تو آپ کو چاہیے کہ آپ انہیں سب سے پہلے جس چیز کی طرف دعوت دیں وہ یہ کہ وہ لوگ اللہ کو ایک جان لیں یعنی توحید قبول کر لیں۔''

ایک اور طریق میں ہے کہ نبی مکرم نے اس موقع پر فرمایا:

((إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ الْكِتَابِ، فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ)) [2]

''آپ اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جائیں گے جب آپ اُن کے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی دعاء النبی ﷺ امته إلی توحید الله تعالیٰ، رقم: ۷۳۷۲۔ [2] صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب اخذ الصدقة من الاغنیاء و……رقم: ۱۴۹۶۔

پاس پہنچیں تو انہیں اس بات کی دعوت دیں کہ وہ یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔"

الغرض! تمام کے تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور اہل ایمان کی اوّلین اور مرکزی دعوت توحید کی دعوت ہوتی ہے، وہ سب سے پہلے توحید کی دعوت دیتے اور روشن دلائل کے ساتھ شرک کی مذمّت کرتے اور اس کے خطرناک انجام سے آگاہ کرتے ہیں۔

شاید یہی وجہ ہے کہ تقریباً ہر وہ اُمت جن کے درمیان کوئی نبی یا انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے اور وہ لوگ اُس نبی علیہ السلام پر ایمان کے مدّعی ہیں تو اُن میں کم از کم زبانی کلامی توحید کا دعویٰ بھی پایا جاتا ہے اور شرک بھی ایک عظیم گناہ اور مذموم عمل سمجھا جاتا ہے۔

حتیٰ کہ یہود ونصاریٰ جو اپنے زعمِ باطل میں سیدنا عزیر وسیدنا عیسیٰ علیہما السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیئے ہوئے تھے (نعوذ باللہ) وہ بھی اس قبیح ترین عقیدہ کے باوجود توحید پر ایمان اور شرک سے انکاری ہونے کے مدّعی تھے۔ قرآن مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ ﴾ [1]

"(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے (وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ ہی اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں نہ اللہ تعالیٰ کے سوا آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب بنائیں پس اگر وہ اس سے منہ پھیر لیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلم ہیں۔ (یعنی فرمانبردار ہیں)"

اب دیکھئے قرآنِ مجید کا اس بات کو ﴿ كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ﴾ بتلانا واضح کرتا ہے کہ اہل کتاب کے ہر دو گروہ یعنی یہودی اور عیسائی بھی زبانی کلامی عقیدۂ توحید پر ایمان اور شرک سے بیزار و بری ہونے کے مدّعی تھے، جبکہ قرآن مجید ہی سے یہ بات بھی

[1] ۳/ آل عمران: ٦٤۔

واضح ہوتی ہے کہ وہ اپنی عملی زندگی میں شرک کی اتھاہ گہرائیوں میں جا پڑے تھے، اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ ﴾ [1]

''انہوں نے اللہ کے سوا اپنے علما اور درویشوں کو رب بنالیا تھا اور مریم کے بیٹے مسیح (علیہ السلام) کو بھی حالانکہ انہیں صرف اکیلے اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زبانی کلامی توحید کے دعویٰ کے باوجود وہ شرک میں مبتلا ہو چکے تھے۔ ﴿سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ اس پر واضح دلیل ہے۔

شرک کی مذمت

اللہ رب العالمین نے قرآن مجید میں جگہ جگہ شرک کی مذمت فرمائی چند آیات ملاحظہ کیجیے:

﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ ﴾ [2]

''بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

ظلم کے معنی کیا ہیں؟ علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

اَلظُّلْمُ عِنْدَ اَهْلِ اللُّغَةِ وَكَثِيْرٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَضْعُ الشَّيْءِ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِهِ الْمُخْتَصِّ بِهٖ، إِمَّا بِنُقْصَانٍ أَوْ بِزِيَادَةٍ، وَإِمَّا بِعُدُوْلٍ عَنْ وَقْتِهٖ أَوْ مَكَانِهٖ [3]

''اہل لغت اور بہت سے علما کے نزدیک ''ظلم'' کہتے ہیں کسی شے کو اُس کی مخصوص جگہ سے ہٹا کر نقصان یا زیادتی کے ساتھ یا وقت یا جگہ بدل کر بے

[1] ۹/ التوبة: ۳۱۔ [2] ۳۱/ لقمان: ۱۳۔

[3] المفردات فی غریب القرآن ص۳۱۸۔

جگہ رکھ دینے کو۔"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شرک کو "ظلم" قرار دیا ہے۔ چونکہ شرک کرنے والا اپنی عبادت و نیاز مندی جو کہ صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے اُسے اللہ تعالیٰ کے بجائے کسی اور کے سامنے لٹاتا پھرتا ہے، پس یہ "ظلم" ہے اور ایسا کرنے والا ظالم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [1]

"اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا۔"

اور فرمایا:

﴿ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [2]

"خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ [3]

"اور ظالموں کے لئے اُس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

شرک کرنے والا بھی ظالم ہے بلکہ وہ ظالم تو سب سے بڑا ظالم ہے کہ اللہ کے حق میں ڈاکہ ڈالتا ہے، اسی لئے شرک کرنے والے سے نہ تو اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے نہ اُسے پسند کرتا ہے بلکہ اُس پر لعنت فرما کر اُسے اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایسے ظالموں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

مشرک کی مغفرت نہیں ہے

شرک سے نفرت اور اُس کی مذمّت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴾ [4]

---

[1] ٣/ آل عمران: ٥٧۔ [2] ١١/ هود: ١٨۔

[3] ٧٦/ دهر: ٣١۔ [4] ٤/ النساء: ٤٨۔

''بلا شبہ اللہ مغفرت نہیں کرتا یہ کہ اُس کے ساتھ شرک کیا جائے، اس کے علاوہ جسے چاہے وہ معاف کر دے اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے اُس نے بہت بڑا بہتان باندھا۔''

اب ذرا رحمتِ الٰہی کی وسعتوں پر غور کیجئے فرمایا:

﴿ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ﴾ [1]

''میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔''

رسول ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ، يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ مِائَةَ رَحْمَةٍ، كُلُّ رَحْمَةٍ طِبَاقَ مَابَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَجَعَلَ مِنْهَا فِي الْأَرْضِ رَحْمَةً فَبِهَا تَعْطِفُ الْوَالِدَةُ عَلٰى وَلَدِهَا، وَالْوَحْشُ وَالطَّيْرُ بَعْضُهَا عَلٰى بَعْضٍ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ، أَكْمَلَهَا بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ)) [2]

''اللہ تعالیٰ نے جس دن زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا (اُس دن) سو رحمتیں پیدا فرمائیں، ہر رحمت (اتنی عظیم کہ) زمین و آسمان کے خلا کو بھر دے، پھر اُن رحمتوں میں سے ایک رحمت کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر رکھ دیا، پس اُسی (ایک رحمت) کی وجہ سے ماں اپنے بچے پر اور وحشی درندے اور پرندے ایک دوسرے پر شفقت کرتے ہیں، پس جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کو (یعنی بقیہ ننانوے رحمتوں کو) اس ایک رحمت کے ساتھ ملا کر مکمل فرمائے گا، (اور پھر اپنے بندوں پر ان کے ساتھ رحم فرمائے گا، یرحم بها عباده يوم القيامة)''

اِس ایک رحمت پر غور کیجئے! اُس کی وسعتوں کو شمار میں لانا ممکن ہی نہیں، دنیا میں کتنے انسان ہیں کتنے وحشی جانور و دیگر جانور کتنے پرندے اور زمین و آسمان کے پیدا ہونے

[1] ۷/ الاعراف: ۱۵۶۔

[2] صحیح مسلم: ۲۷۵۲، مطبوعه دارالسلام: رقم: ۱۹۷۷، ۱۹۷۴۔

سے لے کر آج تک اور پھر قیامت تک کتنے ہی ہوں گے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ماں ہمیشہ اپنے بچوں کے لئے شفقت رکھتی ہے، وہ ماں خواہ انسان کی ہو یا کسی پرندے، جانور حتیٰ کہ وحشی درندے ہی کی ماں کیوں نہ ہو اپنے بچوں کے لئے ممتا کے شفقت بھرے جذبات اُس کے دل میں موجود ہوتے ہیں، بس یہ تو صرف ایک رحمت ہے کہ جس کو ہم شمار میں نہیں لا سکتے اگر سو رحمتیں جمع ہو جائیں تو کس قدر رحمتوں کی برسات ہوگی اور کتنے ہی انسان بخشے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ تو ماں کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ اپنے بندوں سے محبت فرماتا ہے لیکن وائے بدبختی! شرک کرنے والے شخص کی کہ جو شرک سے توبہ کئے بغیر مر گیا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ واضح اعلان فرما دیا کہ اُس کی مغفرت و بخشش نہیں ہوگی۔ اُس کو قطعاً معافی نہیں ملے گی، اُس پر کسی قسم کا رحم نہیں کیا جائے گا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ، كَتَبَ فِي كِتَابٍ فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ: إِنَّ رَحْمَتِي تَغْلِبُ غَضَبِي)) [1]

”جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اُس نے اپنی اس کتاب میں جو اُس کے پاس عرش پر ہے اُس میں لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہوگی۔“

لیکن اس بے پناہ رحمت میں ”شرک“ کرنے والوں کے لئے کوئی حصہ نہیں۔ وہ الرحمٰن بھی الرحیم بھی الودود بھی الغفور اور الغفار بھی لیکن آخرت میں مشرک کے لئے اسکے ہاں ان صفات میں سے کوئی حصہ نہیں!

مشرک کے لئے دعائے مغفرت کی ممانعت

شرک سے توبہ کئے بغیر مر جانے والے کی اللہ تعالیٰ بخشش و مغفرت نہیں فرمائے گا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے دعائے مغفرت سے بھی منع کیا اور فرمایا:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾ [2]

---

[1] صحیح بخاری: ٧٤٠٤۔ [2] ٩/ توبہ: ١١٣۔

''نبی (کریم ﷺ) اور ایمان والوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے مغفرت طلب کریں اگر چہ وہ (ان کے) قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ جہنمی ہیں۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اور قرآن مجید میں فرمایا:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ [1]

''اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔''

لیکن اس کے باوجود اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو شرک کرنے والوں کے لئے دعائے مغفرت سے منع فرمادیا، سورۂ توبہ کی مذکورہ بالا آیت کا شانِ نزول کچھ اس طرح ہے:

((لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ وَعِنْدَهُ اَبُوْجَهْلٍ وَعَبْدُاللهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((أَيْ عَمِّ قُلْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، اُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَاللهِ)) فَقَالَ اَبُوْجَهْلٍ وَعَبْدُاللهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ: يَا أَبَا طَالِبٍ، أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ اُنْهَ عَنْكَ)) فَنَزَلَتْ: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا ......)) [2]

جب ابو طالب (آپ ﷺ کے چچا) کی موت (سکرات) کا وقت آیا تو نبی کریم ﷺ اُس کے پاس تشریف لائے، اُس وقت ابو جہل اور عبداللہ بن ابی اُمیہ بھی موجود تھے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اے میرے چچا! آپ لا اِلٰــہ اِلَّا اللّٰــہ کہہ دیں، تا کہ میں اللہ کے ہاں آپ کے

[1] ۲۱/ الانبیاء: ۱۰۷۔ [2] صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالیٰ ما کان للنبی والذین آمنوا...... ۴۶۷۵۔

لئے حجت پیش کر سکوں'' تو ابو جہل اور عبداللہ بن ابی اُمیہ نے کہا: اے ابو طالب! کیا عبدالمطلب کے مذہب سے منہ پھیر لو گے؟ (اسی حال میں اُس کی موت واقع ہوئی) تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ)) ''میں ضرور آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا، جب تک کہ آپ سے متعلق مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) روک نہیں دیا جاتا'' تب یہ آیت نازل ہوئی کہ (ترجمہ) نبی (ﷺ) اور اہل ایمان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے دعائے مغفرت کریں اگرچہ وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں............

حالانکہ ابو طالب آپ ﷺ کے ساتھ بڑی شفقت کا معاملہ کرتے تھے، آپ ﷺ کا بہت ساتھ دیا، آپ ﷺ کی خاطر انتہائی مشقتیں اور مصائب برداشت کئے، اپنی قوم سے دشمنی مول لی حتیٰ کہ جب مشرکینِ مکہ نے نبی کریم ﷺ کا سوشل بائیکاٹ کیا تو اُس وقت بھی ابو طالب آپ کے ساتھ ہی رہے، اب غور کیجئے! ایک طرف آپ ﷺ کا تمام جہان والوں کے لئے رحمۃ للعالمین ہونا اور دوسری طرف آپ کے چچا کا آپ کے ساتھ انتہائی محبت وشفقت کا معاملہ گویا ان کے ساتھ تو ایک خاص برتاؤ ہونا چاہیے تھا، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مشرک کے لئے دعائے مغفرت سے روک دیا۔ اسی طرح جملہ اہل ایمان کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس کام سے روکا اور منع فرمایا خواہ شرک پر مرنے والے ان کے عزیز ترین رشتہ دار ہوں یا دوست و احباب ہوں، اپنا لختِ جگر اپنی اولاد ہو یا مشفق باپ ہو یا اپنی اولاد سے بہت زیادہ شفقت برتنے والی، محبت کرنے والی ممتا بھری پیاری ماں ہی کیوں نہ ہو اگر وہ شرک میں مبتلا ہوں تو اُن کے لئے مغفرت کی دعا مانگنا ہرگز جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم اور اٹل قانون بیان فرما چکا ہے کہ مشرک پر جنت حرام اور جہنم لازم ہے۔

مشرک پر جنت حرام ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا

﴿لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ [1]

''جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے اُس پر جنت حرام کر دی ہے اُس کا ٹھکانا جہنم ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔''

اس آیتِ مبارکہ سے شرک کرنے والے ہر انسان کا انجام واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس پر جنت حرام کر دی ہے، اور اُس کا ٹھکانا جہنم ہے، اس سے بچانے کے لئے مشرک کا کوئی بھی مددگار نہیں ہوگا، اگرچہ دنیا میں اُس نے ہزاروں مددگار چن رکھے ہوں اور اس کا زعم ہو، گمان ہو کہ اللہ کے یہ پیارے دنیا کے مصائب و پریشانیوں میں میری مدد کریں گے میری بگڑی بنائیں گے، دنیا سنواریں گے اور آخرت میں بھی مجھے اپنے دامن میں پناہ دیں گے، میری سفارش کر کے بخشش کروائیں گے اور جہنم سے آزاد کروائیں گے، اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے۔

لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنا محکم اور اٹل فیصلہ وقانون واضح کر دیا کہ مشرک پر جنت حرام ہے اُس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ سب باتیں شرک کرنیوالوں کی خام خیالیاں اور خوش فہمیاں ہیں۔ جب اللہ نے اپنا قانون واضح کر دیا اور اہل ایمان کو دنیا میں ہی شرک کرنیوالوں کے لئے دعائے مغفرت سے منع فرما دیا تو آخرت میں اللہ کے پیارے اور نیک صالح بندے کس طرح اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں کی سفارش کر سکتے ہیں اور بارگاہِ صمدیت میں کس طرح ان کیلئے بخشش کی عرضی پیش کر سکتے ہیں؟

نیک لوگوں کی مشرکین سے بیزاری

روزِ محشر اور انبیا علیہم السلام اور صالحین رحمۃ اللہ علیہم بھی شرک کرنیوالوں سے بیزاری کا اعلان کر دیں گے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا ایک منظر پیش کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۤ

[1] ٥/ المائدة:٧٢۔

بِحَقٍّ ؕ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ؕ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ؕ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ ﴾ [1]

''اور جب اللہ (تعالیٰ) فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ کے علاوہ معبود بنالو؟ تو عیسیٰ (علیہ السلام) کہیں گے کہ پاک ہے تیری ذات، میرے لئے کسی طرح یہ مناسب نہیں کہ میں ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے کچھ حق نہیں، اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تُو ضرور جانتا اور تو میرے دل کی بات بھی جانتا ہے اور میں جو کچھ تیرے علم میں ہے اُس کو نہیں جانتا بے شک تمام ترغیبوں کا جاننے والا تُو ہی ہے۔ میں نے ان سے کچھ نہیں کہا مگر صرف وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا (وہ) یہ کہ تم اللہ ہی کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمھارا بھی رب ہے، میں ان پر گواہ رہا جب تک میں ان کے درمیان رہا، جب تو نے مجھے اُٹھالیا تو تُو ہی ان پر مطلع رہا، اور تو ہر چیز پر باخبر ہے۔ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف کردے تو تُو زبردست حکمت والا ہے۔''

ان آیات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بڑے عمدہ پیرائے میں مشرکین کی غلط فہمیوں، خام خیالیوں اور خوش فہمیوں کا ابطال فرمایا، تمام اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ جلّ مجدہ تمام ظاہر و پوشیدہ باتوں کا بخوبی علم رکھتا ہے ذرّہ ذرّہ کی خبر رکھتا ہے، کوئی چیز اس کے علم سے مخفی نہیں ہے۔ اس کے باوجود اللہ کا یہ سوال کرنا کہ اے عیسیٰ (علیہ السلام) کیا آپ نے انہیں اپنی اور اپنی والدہ محترمہ کی عبادت کا حکم دیا تھا؟ کیا معنی رکھتا ہے؟ اس سوال کا مقصد کیا ہے؟ تو غور کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ کروڑہا لوگ جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور

[1] ٥/ المائدة: ١١٦، ١١٨۔

سیدہ مریم علیہا السلام کی ''محبت'' میں غلو کا شکار ہو کر انہیں عبدیت کے مقام سے اٹھا کر معبودیت کے مقام پر لے آئے تھے، اُن کی تعلیمات کے برعکس اُن کی اندھی محبت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ وہ لوگ خود انہیں مقدس ہستیوں کی زبانی، انہیں کی گواہی کی روشنی میں اپنی واضح غلطی کو جان اور سمجھ لیں کہ یہ ان کی تعلیمات نہ تھیں، ہم کس قدر کھلی غلطی میں مبتلا تھے۔

اور آج یہ ہم سے بیزاری کا اعلان کر رہے ہیں ہمارا کچھ ساتھ دینے کو تیار نہیں، اندازہ کیجئے! اس موقع پر ایسے نادان انسان کو کس قدر پچھتاوا اور حسرت ویاس کا سامنا ہو گا کہ جن کی محبت میں اندھے ہو کر وہ تمام حدود پھلانگ چکے تھے، وہی آج ہم سے بیزار ہیں، وہی ہمارے خلاف گواہ ہیں۔ دردناک عذاب تو ہو گا ہی لیکن یہ پچھتاوا اور حسرت زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہو کر ان کے عذاب میں مزید شدّت پیدا کر دے گا، (اعاذنا الله منه) واضح رہے کہ اس سے انبیائے کرام علیہم السلام اور صالحین کی شان میں کچھ حرف نہیں آتا، کیونکہ وہ تو بخوبی شرک کی مذمت کر چکے تھے اور اس کے بدانجام سے بھی بخوبی آگاہ کر گئے تھے۔ اب جو اُن کی تعلیمات سے یکسر غافل ہو کر اپنی مرضی سے اس غلطی کے مرتکب ہوئے تو وہی پورے پورے قصوروار ٹھہرتے ہیں، وہی مجرم ٹھہرتے ہیں ایک ایسے جرم کے مرتکب جس کے لئے کسی قسم کی کوئی معافی نہ ملنے کا خود اللہ رب العالمین واضح اعلان فرما چکا ہے۔ تو وہ ایسے باغی مجرموں کی کس طرح سفارش کر سکتے ہیں۔ رہا سیدنا مسیح علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ ''اگر تو انہیں معاف کر دے تو تُو غالب حکمت والا ہے'' تو یہ ان مشرکین کے حق میں کوئی سفارش یا شفاعت نہیں بلکہ اللہ رب العالمین کے اختیار کا اظہار ہے کہ وہ ﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ﴾ [1] ہے۔ جو چاہے وہ کر سکتا ہے۔

اس سلسلے میں مزید چند آیات ملاحظہ کیجئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ۖ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٨﴾ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ﴿٢٩﴾﴾ [2]

---

[1] ٨٥/ البروج: ١٦۔ [2] ١٢/ یونس: ٢٨، ٢٩۔

''اور جس دن ہم ان سب کو جمع کر دیں گے پھر ہم اُن لوگوں سے کہیں گے جنھوں نے شرک کیا کہ تم اور تمہارے شرکاء (جنھیں تم نے شریک ٹھہرایا) اپنی جگہ ٹھہرے رہو پھر ہم اُن کے درمیان اختلاف برپا کر دیں گے۔ تو ان کے شرکاء کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے، سو ہمارے اور تمہارے درمیان بطورِ گواہ اللہ کافی ہے کہ ہم تو تمھاری اس عبادت سے بے خبر (غافل) تھے۔''

نیز فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ؕ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۠ ﴾ [1]

''اور جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے، اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہ سنیں اگر (بالفرض) سن بھی لیں! تو تمھاری فریاد رسی نہیں کریں گے اور قیامت کے دن وہ تمہارے اس شرک کا انکار کر دیں گے اور (اللہ) خبیر کی طرح تمھیں کوئی بھی قطعاً خبردار نہ کرے گا۔''

ان آیاتِ مبارکہ سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ قیامت کے دن شرک کرنے والے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا، اور وہ نیک لوگ بھی جنھیں پوجا گیا، جن کی عبادت کی گئی ان سے بیزاری کا اعلان کر دیں گے۔ جیسا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق قرآن مجید میں بیان ہوا ہے۔

ایک شیطانی وسوسہ

ممکن ہے کہ شیطان لعین کسی کے دل میں وسوسہ ڈال دے کہ یہ اور ایسی تمام آیات تو پتھر کے بتوں اور مختلف مورتیوں سے متعلق ہیں نہ کہ انبیائے کرام علیہم السلام اور صالحین رحمہم اللہ علیہم سے متعلق، وہ تو قیامت کے دن ہر طرح سے ہماری مدد اور شفاعت کریں گے۔

[1] ۳۵/ فاطر: ۱۳، ۱۴۔

وسوسے کا ازالہ

یہ شیطان لعین کی انتہائی خطرناک چال ہے یہ وسوسہ ڈال کر وہ بے شمار انسانوں کو گمراہی کا شکار کر چکا ہے، بلا شبہ انبیائے کرام علیہم السلام اللہ کے اذن سے شفاعت کریں گے لیکن صرف اور صرف موحدین کی جو عقیدۂ توحید کے حامل ہوں گے، شرک سے کوسوں دور ہوں گے اور جو لوگ شرک میں مبتلا ہیں اُن سے بیزاری کا اعلان کریں گے، جیسا کہ سورۂ مائدہ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق بیان کیا گیا ہے۔اب جہاں تک مسئلہ پتھر کے بتوں اور مورتیوں کا ہے تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ سیدہ مریم علیہما السلام اگر چہ ظالم لوگوں نے ان کے بھی بت تراش رکھے ہیں مگر (معاذ اللہ ثم معاذاللہ) یہ محض پتھر کے بت تو نہیں بلکہ اللہ کے پیارے محبوب بندے ہیں۔لیکن قرآن مجید کی رو سے وہ بھی مکمل بیزاری کا اعلان فرمادیں گے۔

پھر یہ بات بھی یاد رہے کہ ابتدائے شرک سے لے کر آج تک بتوں کی پرستش کرنے والے محض خیالی طور پر بنائے گئے بتوں کی پوجا نہیں کرتے بلکہ ان بتوں کے پیچھے کئی ایک سچی یا جھوٹی تاریخی داستانیں ہوتی ہیں جن میں ان کی نیکی یا کارناموں کا ذکر ہوتا ہے اور ان میں سے بعض تو واقعی نیک لوگ بھی ہوئے ہیں جیسا کہ سیدنا ابراہیم وسیدنا اسمٰعیل علیہما السلام اللہ کے اولوا العزم رسول تھے لیکن شرک کرنے والے ظالموں نے ان کے بھی بت تراش لئے تھے، سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا قَدِمَ ، أَبٰى أَنْ يَدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيْهِ الْآلِهَةُ ، فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ ، فَأَخْرَجُوْا صُوْرَةَ إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْمٰعِيْلَ فِي أَيْدِيهِمَا الْأَزْلَامُ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ، أَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمُوْا أَنَّهُمَا لَمْ يَسْتَقْسِمَا بِهَا قَطُّ)) [1]

''رسول اللہ ﷺ جب (مکہ) تشریف لائے تو بیت اللہ میں بہت سے بت تھے آپ نے اس میں داخل ہونے سے انکار فرمایا، پھر ان بتوں کے

[1] صحيح البخاری، كتاب الحج، باب من كبّر فی نواحی الكعبة: رقم: ١٦٠١۔

نکال دینے کا حکم دیا، تو انہوں نے (وہ بت) نکال دیئے (ان میں) سیدنا ابراہیم وسیدنا اسماعیل علیہما السلام کی بھی تصویریں تھیں جن کے ہاتھوں میں فال نکالنے کے تیر تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ ان (مشرکین) کو ہلاک کرے، اللہ کی قسم! ان دونوں نبیوں نے کبھی بھی فال کے تیر نہیں نکالے تھے'' (جب وہ تمام بت وغیرہ نکال دیئے گئے تو پھر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے۔

پیر کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''مسیحی دنیا میں حضرت مریم علیہا السلام کی پرستش کوئی پوشیدہ امر نہیں۔ وہ اُن کے قدِ آدم مجسمے بنا کر اپنے گرجاؤں کی محرابوں میں رکھتے ہیں اور تمام رسوم پرستش بجالاتے ہیں۔'' [1]

اور ان کے علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''بات یہ ہے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بت بنا کر اس کی پرستش کرتے ہیں اور اپنی قبروں پر بھی عیسیٰ علیہ السلام کا بت بنا کر نصب کرتے ہیں۔'' [2]

انبیا علیہم السلام کے ایمان وایقان زہد وورع سے کون کافر انکار کرسکتا ہے، حدیث بالا سے واضح ہوتا ہے کہ مشرکین نے ان میں سے بھی بعض کے بت تراش رکھے تھے اسی طرح سورہ نوح میں جو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴾ [3]

''اور انہوں نے کہا کہ ہرگز اپنے آلھۃ (معبودوں) کو نہ چھوڑنا اور نہ ود، سُواع، یغوث، یعوق اور نسر کو چھوڑنا۔''

مفسر قرآن حبر الامۃ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں ان پانچوں بتوں سے متعلق فرماتے ہیں:

---

[1] ضياء القرآن، ج١، ص:٥٢٤۔ [2] شرح صحيح مسلم، ج٢، ص:٨٧۔

[3] ٧١/ نوح:٢٣۔

أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِيْنَ مِنْ قَوْمِ نُوحٍ، فَلَمَّا هَلَكُوْا أَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلَى قَوْمِهِمْ: أَنِ انْصِبُوا إِلَى مَجَالِسِهِمْ الَّتِيْ كَانُوْا يَجْلِسُوْنَ أَنْصَابًا وَسَمُّوْهَا بِأَسْمَائِهِمْ، فَفَعَلُوْا، فَلَمْ تُعْبَدْ، حَتَّى إِذَا هَلَكَ أُولَئِكَ وَتَنَسَّخَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ [1]

''یہ (پانچوں) نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک صالح افراد کے نام ہیں، جب یہ فوت ہوئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں ڈالا کہ مجلسوں میں جہاں یہ بیٹھتے تھے بت نصب کرلیں اور ان بتوں پر ان (صالحین) کے نام رکھ دیں، پس قوم کے لوگوں نے ایسا ہی کیا پس جب یہ لوگ مر گئے (جنہوں نے ایسا کیا تھا) لوگوں کو اصل حقیقت کا علم نہ رہا تھا تو ان بتوں کی عبادت ہونے لگی۔''

اور پھر جب نوح علیہ السلام نے انہیں توحید کی دعوت دی تو وہ ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے بلکہ مقابلے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

اس آیت کی تفسیر میں فریق ثانی کے بعض مفسرین کے اقوال ملاحظہ فرمایئے۔

ان کے پیر کرم شاہ الازہری صاحب لکھتے ہیں:

''کتب تفسیر میں ایسی روایات بھی مذکور ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے، ودّ، سواع یغوث وغیرہ بہت پارسا اور عبادت گزار، جب یہ انتقال کر گئے تو لوگوں پر اُن کی جدائی بڑی شاق گزری۔ انہیں اُن کی موت کا از حد صدمہ پہنچا، کیونکہ یہ لوگ انہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نیکی کی دعوت دیتے تھے خود بھی سراپا نیکی وطہارت تھے ان کے نورانی چہروں کو دیکھ کر اور اُن کی صحبت میں بیٹھ کر انہیں خدا کی یاد آتی تھی، چنانچہ کسی کے مشورے سے (بعض نے لکھا ہے کہ مشورہ دینے والا ابلیس تھا اور انسانی شکل میں ان کے پاس آیا تھا) انہوں نے ان کی تصویریں بنالیں تاکہ ان کی شبیہوں کو دیکھ کر دلوں کو سکون ملے اور اللہ تعالیٰ کی یاد کا جذبہ کمزور نہ ہونے پائے، کئی نسلیں تو اسی حالت پر گزریں لیکن جب کافی عرصہ گزر گیا تو

[1] صحيح البخاري: كتاب التفسير، سوره نوح، رقم: ٤٩٢٠۔

بعد میں آنے والی نسلوں نے رفتہ رفتہ اصلی مقصد کو بھلا دیا اور شیاطین جن وانس کے اغوا کرنے پر انہیں اپنا معبود سمجھ لیا اور اُن کی عبادت شروع کر دی حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا لیکن وہ باز نہ آئے۔" [1]

ان کے علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے سورۂ نوح کی اس آیت کی تفسیر میں لکھا:

ودّ سواع، یغوث......وغیرھا کی تاریخی حیثیت

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

محمد بن قیس نے کہا: "یہ بت (ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر) حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے نیک لوگ تھے اور ان کے پیروکار تھے جو ان کی اقتدا کرتے تھے، جب وہ نیک لوگ فوت ہو گئے تو ان کے پیروکاروں نے کہا: اگر ہم ان نیک لوگوں کے مجسمے بنالیں تو پھر عبادت کرنے میں زیادہ ذوق اور شوق حاصل ہو گا، سو انہوں نے ان کے مجسمے بنالیے، اور جب یہ نسل بھی ختم ہو گئی اور دوسری نسل آئی تو ابلیس نے ان کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ تمہارے آباؤ اجداد ان مجسموں کی عبادت کرتے تھے اور ان ہی کی وجہ سے ان پر بارش برسائی جاتی تھی، سو بعد کے لوگوں نے ان کی عبادت کرنی شروع کر دی۔" (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۷۱۵۴)

نیز لکھتے ہیں:

امام عبدالرحمٰن بن محمد ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

"عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام بیمار ہوئے اور ان کے گردان کے بیٹے تھے، ان میں ودّ، یغوث، سواع اور نسر تھے اور ودّ ان کے سب سے بڑے بیٹے اور سب سے زیادہ نیک تھے۔" (تفسیر امام ابن ابی حاتم، رقم الحدیث: ۱۸۹۹۶)

امام ابو جعفر نے ودّ کا ذکر کیا اور کہا: ودّ مسلمان شخص تھا اور بہت نیک تھا اور اپنی قوم میں بہت محبوب تھا، جب وہ فوت ہو گیا تو لوگ اس کی قبر پر ارضِ بابل میں گئے اور اس کی یاد

[1] ضیاء القرآن، ج ۵، ص: ۳۷۹۔

میں رونے لگے، جب ابلیس نے اُن کی آہ وزاری کو دیکھا تو وہ ان کے پاس انسانی شکل میں آیا اور کہنے لگا: اس شخص کی یاد میں، میں تمہارے رنج وغم کو دیکھ رہا ہوں، تمہارا کیا خیال ہے میں اس شخص کی مثال کا ایک مجسمہ تمہارے لیے بنا دوں، تم اس مجسمہ کو اپنی مجلس میں رکھ لینا، پھر تمہارا دل بہل جائے گا، انہوں نے کہا: ہاں ٹھیک ہے، سو اس نے ودّ کی مثل کا ایک مجسمہ بنا دیا اور انہوں نے اس کو اپنی مجلس میں رکھ لیا، اور وہ اس کو یاد کرتے رہتے تھے، جب ابلیس نے دیکھا کہ وہ اس کو بہت یاد کرتے ہیں تو اس نے ان لوگوں سے کہا: کیا خیال ہے تم میں سے ہر شخص کے گھر میں ودّ کی مثال کا ایک مجسمہ بنا کر رکھ دوں، ان لوگوں نے اس پیش کش کو قبول کر لیا، اور وہ ان مجسموں کو دیکھ کر ودّ کو یاد کرتے رہے، پھر ان کی نسل نے اپنے آباء واجداد کو یہ کرتے ہوئے دیکھا اور یہ بھول گئے کہ ان کے آباء واجداد صرف ان بتوں کو دیکھ کر ودّ کو یاد کرتے تھے، حتیٰ کہ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر ان بتوں کو معبود بنا لیا، پھر نسل در نسل ان بتوں کی عبادت کرتے رہے اور اللہ کو چھوڑ کر جس بت کی سب سے پہلے عبادت کی گئی وہ ودّ کا بت تھا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم، رقم الحدیث: ۱۸۹۹۷...... امام داری نے تفسیر کبیر، ج ۱۵، ص: ۶۵۷ میں علامہ قرطبی نے جز: ۱۸، ص: ۲۸۱ میں، علامہ بغوی نے معالم التنزیل، ج ۵، ص: ۱۵۷ میں اور علامہ آلوسی نے روح المعانی جز، ۲۹، ص: ۱۳۲، ۱۳۳ میں ان روایات کو نقل کر کے ان پر اعتماد کیا ہے۔) [1]

ہر دو تفاسیر سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے پانچ بت نیک اور صالحین لوگوں کے نام پر بنائے گئے، بت تھے محض خیالی پُتلے و مجسمے نہیں تھے۔ اب دیکھئے فریق ثانی کے ''صدر الافاضل'' اور ''حکیم الامت'' کیا ارشاد فرماتے ہیں:

ان کے صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی صاحب نے لکھا:

''یہ اُن بتوں کے نام ہیں جنہیں پوجتے تھے بت تو ان کے بہت تھے مگر یہ پانچ ان کے نزدیک بڑی عظمت والے تھے ودّ تو مرد کی صورت پر تھا اور سُواع عورت کی صورت پر اور یغوث شیر کی شکل اور یعوق گھوڑے کی اور نسر کرگس کی یہ بت قوم نوح سے منتقل ہو کر عرب میں پہنچے۔ [2]

---

[1] تبیان القرآن، ج ۱۲، ص: ۲۶۰ تا ۲۶۲۔ [2] خزائن العرفان تفسیر نوح: ۲۳۔

ان کے حکیم الامت احمد یار خان نعیمی صاحب نے بھی اس مقام پر کم وبیش یہی بات ارشاد فرمائی جو کہ درست نہیں اس سلسلے میں ہم اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے ان کے شیخ الحدیث علامہ سعیدی صاحب کی تفسیر سے ایک اقتباس نقل کیئے دیتے ہیں جناب نے لکھا:

علامہ سید محمد آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

''یہ بھی حکایت بیان کی جاتی ہے کہ وڈ کا بت مرد کی صورت کا تھا، سواع کا بت عورت کی صورت کا تھا، اور یہ حکایت ان تصریحات کے منافی ہے کہ یہ بت نیک انسانوں کی صورتوں پر بنائے گئے تھے اور یہ تصریحات ہی اصح ہیں۔'' (روح المعانی، جزء۲۹، ص:۱۳۳)

واضح رہے کہ سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ نے اسی اصح روایت کو اختیار کیا ہے۔ (تفہیم القرآن، ج۶، ص:۱۰۴) [1]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ مراد آبادی صاحب و نعیمی صاحب کی تصریحات درست نہیں ہیں۔ جو کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت شدہ صحیح روایت کے بھی خلاف ہے نیز اکثر مفسرین کی تصریحات و ترجیحات کے بھی۔ واللہ اعلم۔

خلاصہ یہی ہے کہ نیک لوگوں کے نام پر بھی بت تراشے گئے تھے محض خیالی پتلے ہی نہیں تھے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۭ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝﴾ [2]

''تم فرماؤ پکارو انہیں جن کو اللہ کے سوا گمان کرتے ہو تو وہ اختیار نہیں رکھتے تم سے تکلیف دور کرنے اور نہ پھیر دینے کا وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر

---

[1] تبیان القرآن، ج۱۲، ص:۲٦۲۔

[2] ۱۷/ بنیٓ اسرآء یل:۵٦۔۵۷۔

پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں، کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے، اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔" [1]

اس آیت سے بھی صراحتاً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کفار و مشرکین نیک لوگوں کی عبادت کیا کرتے تھے اب فریق ثانی کے ہی چند معتبر لوگوں سے ان آیات کی تفسیر ملاحظہ کیجئے:

ان کے "صدر الافاضل" نعیم الدین مراد آبادی صاحب ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

شانِ نزول: کفار جب قحطِ شدید میں مبتلا ہوئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ کتے اور مردار کھا گئے اور سید عالم ﷺ کے حضور میں فریاد لائے اور آپ سے دعا کی، التجا کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا جب بتوں کو خدا مانتے ہو تو اس وقت انہیں پکارو اور وہ تمہاری مدد کریں اور جب جانتے ہو کہ وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے تو کیوں انہیں معبود بناتے ہو۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰ اور عزیر اور ملائکہ۔

شانِ نزول: ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آیت ایک جماعتِ عرب کے حق میں نازل ہوئی جو جنات کے ایک گروہ کو پوجتے تھے وہ جنات اسلام لے آئے اور ان کے پوجنے والوں کو خبر نہ ہوئی اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور انہیں عار دلائی۔ (خزائن العرفان)

مراد آبادی صاحب کی اس تفسیر سے واضح ہوتا ہے کہ کفار جن نیک لوگوں کی عبادت کرتے تھے اُن میں سیدنا عیسیٰ و سیدنا عزیر اور ملائکہ علیہم السلام بھی شامل تھے۔

ان کے پیر کرم شاہ صاحب ازہری ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جب قریش کو قحط میں مبتلا کر دیا گیا تو انہوں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر فریاد کی اور اپنی خستہ حالی کا تذکرہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو حکم دیا کہ ان سے دریافت کریں کہ جن معبودوں کی وہ پرستش اور عبادت کرتے ہیں اُن سے جا کر فریاد کیوں نہیں کرتے پھر خود ہی بتا دیا کہ وہ بیچارے خود بے بس ہیں اور اس مشکل وقت میں وہ تمہاری کوئی امداد نہیں کر سکتے۔ اے مشرکین تم خود سوچو کہ جو خدا مشکل میں کام نہ آئے اور

[1] ترجمہ از احمد رضا خان صاحب، کنز الایمان۔

جو معبود مصیبت دور نہ کرے اُس کو خدا بنانے اور اس کی پوجا کرنے سے کیا حاصل! یہاں زعمتم کا مفعول "أنهم ألهة" محذوف ہے۔ یعنی جن کو تم خدا خیال کرتے ہو ای: ادْعُوا الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ آلِهَةٌ (قرطبی) زَعَمْتُمْ اَنَّهَا آلِهَةٌ (بیضاوی) ای مِنَ الْاَصْنَامِ وَالْاَنْدَادِ (ابن کثیر) (یعنی: بتوں اور شرکاء میں سے)...... مطلب یہ ہے کہ مشرکین جن کو خدا بنائے ہوئے ہیں اور جن کو اپنی تکالیف و مصائب میں پکارتے ہیں یہ خدا نہیں بلکہ وہ تو خود ہر لمحہ، ہر لحظہ اپنے رب کریم کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے مصروف عمل رہتے ہیں۔ اگر واقعی وہ خدا ہوتے جیسے مشرکین کا خیال ہے تو پھر انہیں کسی کی عبادت ورضا جوئی کی کیا ضرورت تھی؟ [1]

پیر صاحب کی تفسیر سے بھی واضح ہوتا ہے کہ مشرکین جن کی عبادت کرتے تھے وہ محض خیالی بت نہ تھے بلکہ کبھی جیتے جاگتے لوگ تھے اور رب کے مقرب بندے اُس کی عبادت میں ہر وقت مصروف رہنے والے لوگ تھے۔

ان کے حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب نے ان آیات کی تفسیر میں لکھا:

"یعنی یہ معبود نہیں نہ تو اس پر قادر ہیں کہ تکلیف مٹا دیں، نہ اس پر کہ تم سے منتقل کر کے دوسرے پر ڈال دیں، کشف اور تحویل میں یہ ہی فرق ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ، عزیر علیہما السلام اور فرشتے اور مؤمن جنات کو پوجتے تھے، حالانکہ وہ جن حضور پر ایمان لا چکے تھے۔" (نور العرفان)

ان کے شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی صاحب ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"پھر انہوں نے فرشتوں کے فرضی مجسمے اور بت بنا رکھے تھے اور اس تاویل سے بتوں کی عبادت کرتے تھے، بعض مفسرین نے کہا کہ وہ حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام کی عبادت کرتے تھے اور ان کی عبادت کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ تم سے کسی ضرر کو دور کر سکتے ہیں اور نہ ہی تم کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں۔" [2]

فریقِ ثانی کی اس تفسیر سے بھی صراحتاً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ لوگوں نے انبیا اور صالحین کی وفات کے بعد اُن کے بت بنا کر اُن کی عبادت کی۔

---

[1] ضیاء القرآن، ج ۲، ص: ٦٦٦، ٦٦٧۔ [2] تبیان القرآن، ج ٦، ص: ٧٤٤، ٧٤٥۔

اسی طرح آج بھی بتوں کی پوجا کرنے والے جن بتوں کی پوجا کرتے ہیں ان کی طویل داستانیں سناتے ہیں بدھا، کرشن کنھیا، سیتا، کالی الغرض کہ ہر بت سے متعلق من گھڑت کرشمہ جات کی ایک طویل داستان ہے اور (کہتے ہیں کہ) یہ کبھی جیتے جاگتے انسان تھے۔

جیسا کہ فریق ثانی کے مجدد الملت احمد رضا خان صاحب نے ہندوؤں کے مشہور و معروف معبودِ باطل کرشن کنھیا سے متعلق نقل کرتے ہوئے بیان فرمایا:

''سبع سنابل شریف میں سیدی ابوالفتح قدس سرہٗ کا وقتِ واحد میں دس مجلسوں میں تشریف لے جانا تحریر فرمایا ہے اور یہ کہ اس پر کسی نے عرض کی: حضرت نے وقتِ واحد میں دس جگہ تشریف لے جانے کا وعدہ فرمالیا یہ کیونکر ہو سکے گا؟ شیخ نے فرمایا: کرشن کنھیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی جگہ موجود ہو گیا، ابوالفتح اگر چند جگہ ایک وقت میں ہو گیا تو کیا تعجب ہے۔'' [1]

اس طویل بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین جن لوگوں کی عبادت کیا کرتے تھے یا ہیں وہ واقعی نیک صالح تھے یا ان کی نیک نامی مشہور تھی محض پتھر کے بت ہی نہیں تھے۔ اب آگے بڑھتے ہیں۔

شرک کی قباحت مسلمہ ہے

اسلام کا کوئی مدعی شرک کی قباحت و شناعت سے انکار نہیں کرسکتا اور نہ ہی یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ اسلام میں شرک جیسے قبیح ترین فعل کے لئے جواز یا گنجائش موجود ہے۔

الحمدللہ! اسلام کا مدعی ہر فرد یہ جانتا اور مانتا ہے کہ اسلام میں شرک جیسے انتہائی مکروہ عمل کی رتی برابر گنجائش نہیں، شرک سے اللہ سخت نفرت کرتا ہے، شرک کرنیوالا اگر بغیر توبہ کے مرجائے تو اُس کی مغفرت بھی نہیں ہوگی، اُس پر جنت حرام ہے اور اُس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

اُمتِ مصطفیٰ ﷺ بھی شرک میں مبتلا ہوسکتی ہے یا نہیں؟

افسوس صد افسوس! کہ اب تو اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہو چلا ہے، کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو یہ باور کرانے کے درپے ہیں کہ اُمتِ مصطفیٰ ﷺ کا کوئی فرد شرک میں مبتلا

[1] ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص:۱۶۰، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاهور۔

نہیں ہو سکتا، بلکہ وہ شرک سے محفوظ و مامون ہے!!!

جبکہ دوسری طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ جس طرح گزشتہ انبیائے کرام کی امتوں میں شرک داخل ہو چکا تھا بالکل اسی طرح محمد مصطفیٰ ﷺ کی اُمت میں بھی شرک آسکتا ہے، اس اُمت کے بھی کچھ لوگ شرک میں مبتلا ہو سکتے ہیں بلکہ ہوئے بھی ہیں، محض آپ ﷺ کا اُمتی ہونے کی وجہ سے کوئی شرک سے محفوظ نہیں ہو جائے گا۔ اب ہر دو گروہ میں سے کس کی بات درست ہے اور کس کی غلط؟ کس کی بات حق ہے اور قرآن وسنت کے عین مطابق اور کس کی بات قرآن وسنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے؟

اختلاف کا حل

اس اختلاف کا بلکہ جملہ اختلافات کا حل کس طرح ممکن ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾ [1]

''اور جس چیز میں بھی تم نے اختلاف کیا اُس کا حکم (فیصلہ) اللہ ہی کی طرف سے ہے۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ [2]

''پس اگر کسی چیز میں تمھارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی احسن ہے۔''

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دینے کا مطلب اب بالاتفاق یہی ہے کہ قرآن کریم اور احادیث کی طرف رجوع کیا جائے، معلوم ہوا کہ کسی بھی مسئلہ میں اگر اختلاف واقع ہو جائے تو ایک مومن کا اولین فریضہ یہ ہے کہ اس کے حل کے لئے اللہ اور

[1] ٤٢/ الشوریٰ: ١٠۔ [2] ٤/ النساء: ٥٩۔

اس کے رسول کی طرف رجوع کیا جائے، وہاں سے جو حل ملے اُسی پر ایمان وعمل کی بنیاد رکھے یہ ایمان باللہ اور آخرت پر ایمان کی لازمی شرط ہے، اور تنازعات واختلافات کو ختم کرنے کا بہترین اصول بھی ہے۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کا حکم بھی، اس میں کسی قسم کی سستی، کاہلی، کوتاہی گویا ایمان باللہ اور آخرت کے معاملے میں سستی وکاہلی کا مظاہرہ کرنا ہے۔ اس قرآنی اصول کو سامنے رکھتے ہوئے آیئے دیکھتے ہیں کہ ہر دو گروہ میں سے کس کی بات قرآن و سنت کے مطابق اور حق ہے اور کس کی بات قرآن وسنت کے خلاف اور باطل ہے؟ اور یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ آیا محمد مصطفیٰ ﷺ کی اُمت میں بعض لوگوں سے شرک کا صدور ممکن ہے یا نہیں؟ اس امت کے بعض لوگ شرک میں مبتلا ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

شرک کی تعریف

مسئلہ زیرِ بحث کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے اور اصل جواب کے حصول کے لئے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ ''شرک'' کسے کہتے ہیں اور ''شرک'' کی تعریف کیا ہے؟

لغوی طور پر ''شرک'' کے معنی ہیں ''حصہ'' مشہور لغوی علامہ ابن منظور لکھتے ہیں:

شِرْكٌ: الشِّرْكَةُ و الشَّرِكَةُ سَوَاءٌ : مُخَالَطَةُ الشَّرِيْكَيْنِ...... وَفِي الْحَدِيْثِ: مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ أَيْ حِصَّةً وَنَصِيبًا۔ وَفِي حَدِيثِ مُعَاذٍ : أَنَّهُ أَجَازَ بَيْنَ أَهْلِ الْيَمَنِ الشِّرْكَ۔ أَيِ الْإِشْتِرَاكُ فِي الأَرْضِ، وَهُوَ أَنْ يَدْفَعَهَا صَاحِبُهَا إِلَى آخَرَ بِالنِّصْفِ أَوِ الثُّلُثِ أَوْ نَحْوِ ذَٰلِكَ [1]

''شرک۔ الشرکۃ اور الشرِکۃ ایک ہی ہیں۔ اس کے معنی شریکوں کا ملنا۔ گڈمڈ ہونا...... اور حدیث میں ہے جس کسی نے غلام میں اپنا ''شرک'' آزاد کر دیا یعنی اپنا حصہ چھوڑ دیا اور سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کے فرمان میں ہے کہ انہوں نے اہلِ یمن کے درمیان ''شرک'' کی اجازت دی یعنی زمین میں اشتراک کی اجازت دی اور وہ یہ کہ زمین والا/ زمیندار اپنی زمین کسی اور کو کام کرنے کے لئے دے پھر کھیتی میں سے آدھے حصے کے بدلے یا تہائی

[1] لسان العرب ج۷ ص ۹۹ دوسرا نسخہ ج ۱۰ ص ٤٤٨ ، ٤٤٩ ، مادہ : شرك۔

وغیرہ حصہ کے بدلے یا اسی طرح کچھ کم یا زیادہ طے کر کے دے دے۔"

لغت کی معروف کتاب "المعجم الوسیط" میں لکھا ہے:

"وَفُلَانًا فِی الْاَمْرِ شِرْکًا ...... کَانَ لِکُلٍّ مِّنْهُمَا نَصِیْبٌ مِنْهُ فَهُوَ شَرِیْكٌ" (شرک کے معنی ہیں حصہ جیسے کہا جاتا ہے) فلاں شخص فلاں معاملہ میں شریک ہے۔ (تو اس کا مطلب) دونوں میں سے ہر ایک کے لئے اس معاملہ میں کچھ حصہ ہے پس وہ "شریک" ہوا۔ (۱/۴۸۰) اس سے یہ معلوم ہوا کہ شرک کے معنی ہیں حصہ اور شریک کے معنی ہیں حصہ دار۔ اب اگر دو برابر کے حصہ دار ہوں تب بھی انہیں شریک یا حصہ دار کہا جائے گا اور کوئی برابر کا حصہ دار نہ بھی ہو بلکہ تہائی یا چوتھائی یا اس سے بھی کم کا حصہ دار ہو تب بھی اسے شریک یا حصہ دار ہی کہا جائے گا۔

کوئی عقلمند انسان یہ نہیں کہے گا کہ جناب فلاں شخص تو محض تہائی یا چوتھائی کا حصہ دار ہے، یہ کوئی حصہ یا شراکت تو نہ ہوئی لہٰذا اس کو "شریک" نہیں کہیں گے، ہرگز نہیں! بلکہ معمولی عقل و خرد کا حامل فرد بھی اسے حصہ دار و شریک ہی سمجھے اور کہے گا۔

اس لغوی بحث سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ شرک صرف یہی نہیں کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے بالکل برابر سمجھا جائے یا غیر اللہ کے ساتھ بالکل برابر کا معاملہ رکھا جائے جیسا کہ بہت سے لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں۔

جیسا کہ فریق ثانی کے حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب رقمطراز لکھتے ہیں:

"یُشْرِكُ شِرْكٌ سے بنا بمعنی حصہ اور برابری رب فرماتا ہے"

﴿ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ﴾ [1]

شریعت میں شرک کے معنی ہیں کسی کو رب کے برابر اونچا سمجھنا یا رب کو کسی کے برابر نیچا سمجھنا...... بہرحال شرک کا دارومدار رب سے ہمسری اور برابری پر ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴾ [2] اور فرماتا ہے ﴿ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [3] بغیر برابری کے عقیدے کے شرک نہیں ہوتا (تفسیر نعیمی، ج۵ ص۴۸۶) اسی طرح ایک اور مقام

[1] ۳۵/ فاطر: ۴۰۔ [2] ۶/ انعام: ۱۔ [3] ۲۶/ شعراء: ۹۸۔

پر لکھتے ہیں: ''شرک کے لیے یہ ضروری ہے کہ کسی بندے کو رب تعالیٰ کے برابر مانا جائے خواہ بندے کا مرتبہ اتنا اونچا سمجھا جائے کہ وہ خدا کے برابر ہو جائے یا رب تعالیٰ کا درجہ اتنا ہی نیچا سمجھا جائے کہ وہ بندوں کے برابر ہو جائے، مشرکین عرب فرشتوں کو، عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رب تعالیٰ کی اولاد مانتے ہیں یہ عقیدہ شرک ہے کہ اس میں بندہ کو رب تک پہنچا دیا گیا ہے۔ بعض مشرکین اللہ تعالیٰ کو اپنے معبودوں کا حاجت مند جانتے ہیں یہ شرک ہے کہ انہوں نے رب تعالیٰ تو نعوذ باللہ نیچا کر کے بندوں کے برابر کر دیا اگر برابری کا عقیدہ نہ ہو تو شرک نہیں یہ فائدہ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ سے حاصل ہوا۔'' [1]

پھر بہت سے لوگ اسی ''بالکل برابری'' کا خاکہ ذہن میں رکھتے ہوئے خود بھی غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا کر دیتے ہیں اور عجیب عجیب مثالیں بیان کرنے لگتے ہیں جیسے بعض لوگ یہ کہتے ہوئے سنے جاتے ہیں کہ دیکھیں اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ''لامحدود'' ہیں نہ کوئی انہیں شمار میں لا سکتا ہے، نہ ان کی حدود متعین کر سکتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے کسی مقرب بندے میں کوئی صفت کتنی ہی زیادہ مانے مگر وہ محدود مانے تو شرک نہیں، چونکہ اللہ کی صفات لامحدود ہیں لہٰذا برابری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، جب برابری نہیں تو شرک کہاں رہا؟ اور اسے شرک قرار دینے والے گویا اللہ تعالیٰ کی صفات کی حدود متعین کرنے والے ہیں سو یہ خود کفر ہے!

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب خام خیالیاں اور وساوس ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۗ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝ ﴾ [2]

''سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیروں اور نور کو بنایا پھر بھی جنھوں نے کفر کیا وہ اپنے رب کے ساتھ (اوروں کو) برابر ٹھہرا رہے ہیں۔'' (ترجمہ از ضیاء القرآن)

---

[1] تفسیر نعیمی، ج۷ ص ۲۲۱۔ [2] ۶/ الانعام:۱۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا ان کفار لوگوں نے اللہ رب العالمین کی تمام صفات کی حدود کو جان لیا تھا؟ ان کا پورا احاطہ کر لیا تھا؟ یقیناً نہیں اور ہر گز نہیں۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا کہ یہ کفار اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو برابر ٹھہرا رہے ہیں؟

اس سوال کے جواب میں کرم شاہ الازہری بھیروی صاحب کا یہ تفسیری نوٹ ملاحظہ کیجئے، لکھا ہے کہ

''اس کا معنی ہے اَیْ! یَجْعَلُوْنَ لَهٗ عَدِیْلاً (مفردات) یعنی معبودانِ باطل کو خداوند تعالیٰ کا ہمسر اور اس کے برابر بنائے ہوئے ہیں۔ وہ کس طرح انہیں برابر وہمسر بناتے تھے۔ اس کی وضاحت امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں کی ہے۔ یَعْدِلُوْنَ: یَجْعَلُوْنَ لَهٗ شَرِیْكًا فِي عِبَادَتِهِمْ إِیَّاهُ فَیَعْبُدُوْنَ مَعَهُ الْآلِهَةَ وَالْأَنْدَادَ۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ اپنے باطل خداؤں کی بھی عبادت کیا کرتے ہیں۔ اِس سے معلوم ہوا کہ کسی غیر اللہ کی عبادت کرنے کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے برابر وہمسر یقین کیا جا رہا ہے۔'' [1]

فریقِ ثانی کے ''نامور پیر'' کرم شاہ الازہری صاحب کے اس فرمان سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ ''برابر'' کا یہ مقصد قطعاً نہیں کہ پوری طرح سے برابر مان لیا جائے کہ جس سے (معاذ اللہ) اللہ عزوجل کی صفات کی حدود کا تعین اور ان کا احاطہ لازم آئے۔ بلکہ کسی غیر اللہ کی عبادت کرنا ہی برابر وہمسر جاننے کے لئے کافی ہے اور یہ شرک کی بدترین اقسام میں سے ہے۔

اب یہ عبادت خواہ عبادت کی مختلف اقسام میں سے کسی بھی قسم کی عبادت ہو۔ قیام رکوع، سجدہ، قربانی، نذر، دعا وغیرہ۔ قرآن وسنت میں اس کی بہت سے مثالیں پائی جاتی ہیں۔ ہم چند ایک کو بیان کئے دیتے ہیں تاکہ بات قدرے واضح ہو جائے:

پہلی مثال: شرک فی الدین

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّیْنِ﴾ [2]

---

[1] ضیاء القرآن ج۱ ص ۵۳۴۔ [2] ۴۲/ الشوریٰ: ۱۳۔

''(اللہ نے) تمہارے لئے دین مقرر کیا۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت اللہ نے بنائی اور جو لوگ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ اپنے بزرگوں اور اکابر کے قوانین کی پیروی کر رہے تھے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أَمْ لَهُمْ شُرَكَٰٓؤُا شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنۢ بِهِ اللَّهُ ﴾ [1]

''کیا ان کے لئے کچھ ''شرکاء'' ہیں؟ جنھوں نے ان کے لئے دین مقرر کیا جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔''

حافظ امام ابوالفدا اءاسماعیل بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

یعنی (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کفار اس ''دین قویم'' (اسلام) کی پیروی نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ بلکہ یہ تو اس چیز کی پیروی کر رہے ہیں جو جن وانس میں سے ان کے شیاطین نے ان کے لئے مقرر کی۔ تحریم (حرام کرنے) میں سے جو ان پر حرام کیا جیسے (انہوں نے) بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام (کو حرام کیا) اور ان پر مردار، خون اور جوا کو حلال قرار دیا، اسی طرح کی دیگر گمراہیاں باطل جہالتیں جو انہوں نے اپنی جاہلیت میں گھڑ رکھی تھیں حلت وحرمت میں سے اور باطل عبادات اور فاسد باتیں۔

(صحیح بخاری ۳۵۲۱ و صحیح مسلم: ۲۸۵۶) میں یہ حدیث ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے عمرو بن لحی کو جہنم میں دیکھا، وہ اپنی آنتیں گھسیٹ رہا تھا، چونکہ یہ پہلا شخص ہے جس نے سائبہ کی رسم ایجاد کی تھی'' (یعنی جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑ دینے کی رسم) یہ شخص خزاعہ قبیلے کے بادشاہوں میں سے ایک تھا۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے یہ سب کام کئے، اسی نے قریش کو بتوں کی پوجا پر اکسایا، اللہ اس پر لعنت کرے اور اس کا برا ہو۔ [2]

بحیرہ وسائبہ وغیرہما کے متعلق مفسرینِ کرام کے مختلف اقوال ہیں، ہم صحیح بخاری کتاب التفسیر سے جلیل القدر تابعی سیدنا سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ نے جو معنی نقل کئے ہیں و

---

[1] ٤٢/ شوریٰ: ٢١۔ [2] تفسیر ابن کثیر ٥/ ١٤١۔

درج کر دیتے ہیں:

سعید بن المسیب فرماتے ہیں:

((اَلْبَحِيْرَةُ: اَلَّتِي يُمْنَعُ دَرُّهَا لِلطَّوَاغِيْتِ، فَلا يَحْلُبُهَا أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ، وَالسَّائِبَةُ: كَانُوْا يُسَيِّبُوْنَهَا لِآلِهَتِهِمْ، فَلَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا شَيْءٌ...... وَالْوَصِيْلَةُ: النَّاقَةُ الْبِكْرُ، تُبْكِرُ فِي أَوَّلِ نِتَاجِ الْإِبِلِ بِأُنْثَى ثُمَّ تُثَنِّي بَعْدُ بِأُنْثَى وَكَانُوْا يُسَيِّبُوْنَهُمْ لِطَوَاغِيْتِهِمْ إِنْ وَصَلَتْ إِحْدَاهُمَا بِالْأُخْرَى لَيْسَ بَيْنَهُمَا ذَكَرٌ، وَالْحَامُ: فَحْلُ الْإِبِلِ يَضْرِبُ الضِّرَابَ الْمَعْدُوْدَ، فَإِذَا قَضَى ضِرَابَهُ وَدَعُوْهُ لِلطَّوَاغِيْتِ وَاعْفَوْهُ مِنَ الْحَمَلِ، فَلَمْ يُحْمَلْ عَلَيْهِ شَيْءٌ))

بحیرۃ: وہ اونٹنی ہے جس کا دودھ بتوں کے لئے وقف کر دیا جاتا، تو کوئی اس کا دودھ نہ دوہتا۔

سائبہ: وہ اونٹنی جسے کفار اپنے آلہہ (معبودانِ باطلہ) کے لئے چھوڑ دیتے، ان سے بار برداری کا کام نہ لیتے تھے۔

وصیلہ: وہ جوان اونٹنی جو پہلی مرتبہ اور پھر دوسری مرتبہ بھی مادہ بچہ جنتی ہے، درمیان میں نر بچہ نہ جنے بلکہ پے در پے مادہ بچے جنے تو مشرکین اسے آزاد چھوڑ دیتے تھے۔

حام: وہ نر اونٹ کہ جس کی جفتی سے اونٹنی سے ہونے والے بچوں کی پیدائش کی تعداد مقرر کر لیتے، جب وہ تعداد پوری ہو جاتی تو اسے وہ کفار اپنے بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے، اس نر اونٹ کو بھی بار برداری وغیرہ سے چھٹی مل جاتی۔ [1]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ قانون سازی، شریعت سازی اللہ کی صفت ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے شریعت بنائی۔ لیکن مشرکین نے اس صفت میں شریک ٹھہرایا اور اپنے بڑوں کے بنائے ہوئے قوانین (شریعت) کی پیروی کی تو یہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ تشریع میں شرک ہوا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شرکاء کا لفظ بیان فرما کر ان کے اس

[1] صحيح البخاري: كتاب التفسير، باب: ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة...... ٤٦٢٣۔

''شرک'' کو واضح کیا اور اسے شرک قرار دیا۔

فریق ثانی کے پیر کرم شاہ الازہری صاحب اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''حیرت ہے بندوں کو دین تو وہ قابلِ قبول ہونا چاہیے جو اُن کے خدا نے انہیں دیا ہے، کفار جن قواعد وضوابط کی پیروی کر رہے ہیں، یہ خدائے برتر کے بھیجے ہوئے تو ہیں نہیں، پھر انہوں نے یہ کہاں سے لیے ہیں۔ کیا انہوں نے کوئی اور خدا بنائے ہوئے ہیں اور یہ اُن کا نازل کیا ہوا دین ہے اور ان کے مقرر کردہ قواعد ہیں جن پر یہ اتنی سختی سے کار بند ہیں۔ لاحول ولا قوۃ۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی اور خدا نہیں ہوسکتا، کوئی ا[illegible]نون ساز نہیں ہوسکتا۔'' [1]

اس تفسیر سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے قوانین کی پیروی کرنا اُس کو قانون سازی اور شریعت سازی کا حق دینا اُسے خدا بنانے کے مترادف ہے۔ (معاذ اللہ) اُسے صفاتِ الٰہی میں شریک ٹھہرا دینا ہے۔

یہاں ان مشرکین کا اپنے بزرگوں کو ہر لحاظ سے اللہ کے برابر سمجھنے کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ قرآن وسنت ہی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ومملوک مانتے تھے۔ (جیسا کہ آگے آرہا ہے، ان شاء اللہ) لہٰذا برابر سمجھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دوسری مثال: کعبہ کی قسم

سیدہ قتیلہ بنت صیفی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں: کہ (یہود کے) علما میں سے ایک عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کیا ہی خوب قوم ہیں اگر آپ (کی قوم کے لوگ) شرک نہ کریں! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تعجب کیا اور فرمایا: ''سبحان اللہ (یعنی اللہ کی ذات کو ہم شرک سے منزہ جانتے ہیں) وہ کیا چیز ہے'' (جسے تم شرک کہہ رہے ہو) تو یہودی عالم نے کہا: آپ لوگ جب قسم کھاتے ہیں تو کہتے ہیں: ''وَالْكَعْبَةِ'' کعبہ کی قسم! اس بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر توقف کیا...... اس کے بعد فرمایا: ''تم میں سے جو کوئی قسم کھائے وہ اس طرح کہے کہ ربِ کعبہ کی قسم''

(یہودی) عالم نے دوبارہ کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کیا ہی خوب قوم ہیں اگر آپ

---

[1] ضیاء القرآن، ج ٤، ص: ٣٧٥۔

(کی قوم) اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''سبحان اللہ! وہ کیا ہے؟'' تو اس یہودی نے کہا آپ لوگ کہتے ہیں "ما شاء اللّٰه و شئت" جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں۔ اس پر آپ ﷺ کچھ دیر ٹھہرے پھر فرمایا: ''جو کوئی اس طرح کہنا چاہے تو وہ "ماشاء اللّٰه" اور "شئت" کے درمیان ثم کے ذریعے فصل (علیحدگی) کرے۔''

یعنی یوں کہے کہ "ما شاء اللّٰه ثم شئت" جو اللہ چاہے پھر جو آپ چاہیں، نہ کہ اس طرح: ''جو اللہ اور آپ چاہیں'' [1]

اس حدیثِ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کے دوران میں اس یہودی عالم نے جب کعبہ کی قسم کھانے کو شرک قرار دیا تو آپ ﷺ نے اس کی اس بات کی تردید نہیں فرمائی بلکہ آپ ﷺ نے جملہ اہلِ اسلام کو آئندہ اس طرح کی قسم کھانے سے منع فرما دیا اور فرمایا: ''کعبہ کی قسم کے بجائے ربِ کعبہ کی قسم کھاؤ۔''

اب جو مسلمان کعبہ کی قسم کھایا کرتے تھے، کیا کوئی ایمان والا ان کے متعلق یہ بدگمانی کر سکتا ہے کہ نعوذ باللہ وہ کعبہ کو ذات یا صفات کے اعتبار سے اللہ رب العالمین کے بالکل برابر سمجھتے تھے؟ ہرگز نہیں، ایمان والا تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتا، اس کے باوجود اس قسم کو شرک قرار دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ''شرک'' صرف یہ نہیں کہ ''کسی کو ذات یا صفات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے بالکل برابر سمجھا جائے'' اگر ایسا ہی ہوتا اور ''شرک'' کی صرف یہی صورت ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اس یہودی عالم پر یہ ضرور واضح فرما دیتے کہ اس کو شرک قرار دینا تمھاری کم علمی اور غلط فہمی ہے کیونکہ اس میں تو ''شرک'' والی کوئی بات نہیں۔

تیسری مثال: جو اللہ چاہے اور آپ ﷺ چاہیں

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، بعض کلام میں آپ سے مراجعت کی پھر کہا: "ما شاء اللّٰه و شئت" جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] مسند احمد ٦/ ٣٧١، ٣٧٢ ح ٢٧٦٣٣؛ النسائی: ٣٨٠٤ وسندہ صحیح، وصححه الحاکم ٤/ ٢٩٧ ح ٧٨١٥ ووافقه الذهبی۔

((جعلتني لله عدلاً ما شاء الله وحدهٗ)) [1]

''کیا تو نے مجھے اللہ کا ہمسر ٹھہرایا (یا) اللہ کا شریک ٹھہرایا (نہیں اس طرح نہ کہو بلکہ یوں کہو کہ) جو اللہ اکیلا چاہے۔''

ان صاحب نے اپنی گفتگو میں جب اللہ رب العالمین اور نبی کریم ﷺ کی مشیت کو ملا دیا تو نبی کریم ﷺ نے اسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا قرار دیا اور فرمایا: ''کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک ٹھہرایا؟'' اب جن حضرات کا یہ خیال ہے کہ شرک صرف تب ہوگا جب کسی کو اللہ کے ساتھ ذات یا صفات کے اعتبار سے بالکل برابر سمجھا جائے۔ وہ غور کریں کیا ان صحابی رضی اللہ عنہ کے متعلق ہم تصور بھی کر سکتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کو اللہ کے بالکل برابر سمجھتے تھے؟ ہر گز نہیں تو پھر گنجینۂ حکمت و بصیرت خاتم نبوت و رسالت ﷺ کا اس بات کو ''شریک ٹھہرانا'' قرار دینا اس کے علاوہ اور کیا واضح کرتا ہے کہ ''شرک صرف یہی نہیں کہ کسی کو اللہ کے بالکل برابر سمجھا جائے۔

چوتھی مثال: حِلّت و حرمت میں مطلق پیروی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ [2]

''انہوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا۔'' [3]

اس آیت کی تفسیر میں فریق ثانی کے ''صدر الافاضل'' نعیم الدین مراد آبادی صاحب نے لکھا:

''حکم الٰہی کو چھوڑ کر اُن کے حکم کے پابند ہوئے۔'' [4]

ان کے پیر کرم شاہ صاحب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

احبار جمع ہے حبر کی...... اس کا معنی ہے جید عالم جو بڑی عمدگی اور سلیقہ سے بات کر سکے، وھو الذی یحسن القول وینظمه ویتقنه بحسن البیان عنه

---

[1] مسند احمد ۱/ ۳۴۷ وسندہ حسن۔
[2] ۹/ التوبۃ:۳۱۔
[3] ترجمہ از احمد رضا خان صاحب۔
[4] خزائن العرفان۔

(قرطبی) رہبان راہب کی جمع ہے جو رھبۃ بمعنی خوف سے ماخوذ ہے یعنی وہ لوگ جو اللہ کے خوف سے اپنی ساری زندگی اس کی عبادت کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔

حضرت عدی بن حاتم پہلے عیسائی تھے۔ اب انہوں نے اسلام قبول کیا تھا، انہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی یا رسول اللہ! ہم تو انہیں رب نہیں مانتے۔ قرآن کی اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ حضور کریم ﷺ نے فرمایا: ''کہ اگر وہ حلال چیزوں کو حرام اور حرام چیزوں کو حلال کر دیتے تو کیا تم ان کی باتوں کو نہیں مانتے تھے؟'' عدی نے عرض کی ایسا تو ہم کرتے تھے حضور نے فرمایا: ''یہی اُن کو رب ٹھہرانا ہے۔'' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی حلال کی ہوئی چیزوں کو اگر کوئی حرام کر دے یا اُن کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دے تو اُس نے گویا تشریع و قانون سازی جو صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور جن لوگوں نے اس کی اُن باتوں کو مان لیا گویا انہوں نے اس کی خدائی کو تسلیم کر لیا۔ [1]

شاہ ولی اللہ محدث دھلوی صاحب جن کے متعلق فریق ثانی کے مولانا دوست محمد شاکر سیالوی مترجم سنن نسائی فرماتے ہیں:

''شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک جلیل القدر عالم، بلند پایہ صوفی اور صاحب قلب ونظر مفکر ہوئے ہیں' شاہ صاحب ایک عظیم علمی و روحانی خاندان میں پیدا ہوئے، علم و عرفان کی فضاؤں میں پروان چڑھے اور شہرت دوام حاصل کی، کسی مؤرخ کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ شاہ ولی اللہ جیسے نابغہ عصر کو نظر انداز کر کے متحدہ ہندوستان کی علمی، روحانی یا سیاسی تاریخ لکھ سکے۔'' [2]

سیالوی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر صرف ساٹھ برس تھی، تاہم خدا نے آپ سے ہزاروں برس کا کام لیا آپ نے بہت سی کتب لکھیں اور یہ کتاب (حجۃ اللہ) علم و فضل کا

---

[1] ضیاء القرآن، ج ۲، ص: ۱۹۸۔

[2] حروف آغاز از مترجم حجۃ اللہ البالغہ، ص ۹ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور۔

ایک مستقل باب ہے......الحاصل برصغیر کی سرزمین نے بے شمار قابلِ فخر سپوتوں کو جنم دیا۔ لیکن ان میں سے چند ایک نے تو پورے عالم اسلام پر اپنے گہرے اور ہمہ گیر اثرات چھوڑے، شاہ ولی اللہ محدث دھلوی کی ذاتِ والا صفات انہیں برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک ہے کہ جن کی باکمال شخصیت جہاں آج طالبانِ حق اور سالکانِ معرفت کے لیے روشنی کا مینار ہے، وہاں ان کے فکر کی ضیا اور عمل کا فیض مستقبل کے لیے بھی قندیل راہ ہے۔" [1]

مزید لکھتے ہیں:

"ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی جامع کمالات شخصیت کو آپ کے سارے ادبی پس منظر خاندانی روایات اور معمولات کے تناظر میں دیکھا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس طرح شاہ صاحب برصغیر کے مسلمانوں اور عوام کی اکثریت کے مستقل امام قرار پاتے ہیں۔" [2]

ان اقتباساتِ طویلہ کا مقصد اس بات کی وضاحت ہے کہ شاہ صاحب فریق ثانی کے ہاں معتبر فرد ہیں وہ ان کے علمی کمالات کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنا ہی سمجھتے ہیں۔ اب دیکھئے شاہ ولی محدث دھلوی لکھتے ہیں:

وَمِنْهَا أَنَّهُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى بِمَعْنٰى أَنَّهُمْ كَانُوْا يَعْتَقِدُوْنَ اَنَّ مَا أَحَلَّهُ هٰؤُلَاءِ حَلَالٌ لَا بَأْسَ بِهِ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ وَأَنَّ مَا حَرَّمَهُ هٰؤُلَاءِ حَرَامٌ يُؤَاخَذُوْن بِهِ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ وَلَمَّا نَزَلَ قَوْلُهُ تَعلٰى: ﴿اتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ﴾ الآية (۹/ التوبة:۳۱) سَأَلَ عَدِيُّ بْنُ حاتِمٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذٰلك فَقَالَ: ((كَانُوْا يُحِلُّوْنَ لَهُمْ أَشْيَاءَ، فَيَسْتَحِلُّوْنَهَا، وَيُحَرِّمُوْنَ عَلَيْهِمْ أَشْيَاءَ، فَيُحَرِّمُوْنَهَا)) وَسِرُّ ذٰلِكَ اَنَّ التَّحْلِيْلَ وَالتَّحْرِيْمَ عِبَادَةٌ عَنْ تَكْوِيْنٍ نَافِذٍ فِى الْمَلَكُوْتِ اَنَّ الشَّيْءَ الْفُلَانِيَّ يُؤَاخَذُ بِهِ أَوْلَا يُؤَاخَذُ بِهِ، فَيَكُوْنُ هٰذَا التَّكْوِيْنُ سَبَبًا لِلْمُؤَاخَذَةِ وَتَرْكِهَا، وَهٰذَا مِنْ

[1] ایضا، ص:۱۲ تا ۱۳۔ [2] ایضا، ص:۱۵۔

صِفَاتِ اللّٰہِ تَعَالٰی" [1]

مولانا عبدالحق حقانی صاحب اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اور نیز امورِ شرکیہ میں سے یہ تھا کہ انہوں نے اپنے علما اور زاہدوں کو بجز خدا کے اپنا حاکم اور پروردگار بنا رکھا تھا، ان کا اعتقاد تھا کہ جس چیز کو یہ حلال قرار دیتے ہیں وہ حلال ہو جاتی ہے۔ نفس الامر میں کوئی مضائقہ نہیں ہوتا اور جس چیز کو وہ حرام کہہ دیتے ہیں وہ واقع میں مواخذے کے قابل ہوا کرتی ہے اور جب یہ آیت ﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ (کافروں نے علما اور زاہدوں کو دوسرا خدا بنا رکھا ہے) نازل ہوئی تو عدی بن حاتم نے آنحضرت ﷺ سے اس کے معنی دریافت کیے، آپ نے فرمایا: "کہ جن چیزوں کو وہ حلال کر دیا کرتے تھے ان کو لوگ حلال سمجھنے لگتے تھے اور جن چیزوں کو حرام بتاتے تھے ان کو لوگ حرام ہی سمجھتے تھے۔" اس کا راز یہ ہے کہ تحلیل اور تحریم کا موجود کرنا ملکوت میں جاری ہوا کرتا ہے کہ فلاں شے مواخذہ کے قابل ہے اور فلاں قابل مواخذہ نہیں ہے۔ اس طرح پر موجود کرنا مواخذہ اور ترک مواخذہ کا سبب ہوا کرتا ہے اور یہ بجز خدا کے کسی دوسرے کی صفت نہیں ہو سکتی۔" [2]

ان کے حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

ترمذی میں حضرت عدی بن حاتم سے روایت کی فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے گلے میں سونے کی صلیب تھی۔ فرمایا: "اے عدی! اس بت کو اتار دو اور میں نے حضور انور ﷺ کو سورۂ توبہ کی یہ آیت تلاوت کرتے سنا اور فرماتے سنا کہ یہود و نصاریٰ اپنے پوپ پادریوں کو پوجتے نہ تھے مگر جب ان کے پوپ پادری کسی چیز کو حلال کر دیتے تو اسے حلال سمجھ لیتے اور اگر حرام کر دیتے تو اُسے حرام سمجھ لیتے (یعنی رب کے حکم کے خلاف)" [3]

---

[1] حجۃ اللّٰہِ البالغہ، ج۱، ص:۱۸۶۔ [2] مترجم حجۃ اللہ البالغہ، ص:۱۱۱، ۱۱۲، مطبوعہ فرید بک سٹال، لاہور۔ [3] تفسیر نعیمی، ج۱۰، ص:۲۵۱۔

ان کے علامہ غلام رسول سعیدی صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا یہودیوں نے اپنے احبار (علما) اور عیسائیوں نے اپنے رہبان (گرجا میں رہنے والے علما) کی عبادت کی تھی؟ اور اس آیت کی توجیہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: انہوں نے اپنے علما کی عبادت نہیں کی لیکن جب وہ ان کے حرام کو حلال کردیتے تو وہ اس کو حلال کہتے اور جب وہ ان کے لیے حلال کو حرام کردیتے وہ اس کو حرام کہتے تھے اور یہی ان کا اپنے علما کو خدا بنانا تھا۔ (الجامع الاحکام القرآن جز ۸، ص:۵۴ مطبوعہ بیروت)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا...... میں نے آپ سے اس آیت کے متعلق پوچھا: اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَھُمْ...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ اپنے علما کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن جب وہ کسی چیز کو حلال کردیتے تو وہ اس کو حلال کہتے اور جب وہ کسی چیز کو حرام کردیتے تو وہ اس کو حرام کہتے۔'' (سنن ترمذی، رقم: ۳۰۹۵)

قرآن مجید کی اس آیت اور اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مقابلہ میں اپنے کسی دینی پیشوا کے قول کو ترجیح دینا اور اس پر اصرار کرنا اس دینی پیشوا کو خدا بنا لینا ہے اسی طرح رسول اللہ کی صریح حدیث کے مقابلہ میں اپنے کسی پیشوا کے قول کو ترجیح دینا اس کو رسول کا درجہ دینا ہے۔'' [1]

اسی طرح سعیدی صاحب ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''علامہ آلوسی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا اور کہا یا رسول اللہ! یہ لوگ تو اپنے علما اور راہبوں کی پرستش نہیں کرتے؟...... الخ [2]

بقول سعیدی صاحب: انہوں نے اپنے علما کی پرستش (عبادت) سے انکار کیا اور بقول پیر کرم شاہ صاحب: انہوں نے کہا: ''ہم تو انہیں رب نہیں مانتے'' اب اُن سے متعلق یہ بات کس طرح کہی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے علما اور پیروں کو اللہ تعالیٰ کے بالکل برابر سمجھتے تھے، انہیں ازلی ابدی، واجب الوجود، معبود و مسجود مانتے تھے۔ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ ان کا یہ عقیدہ و نظریہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا: کہ وہ اپنے علما و پیروں کو اللہ

[1] تبیان القرآن، ج ۵، ص: ۱۲۲۔ [2] شرح صحیح مسلم، ج ۳، ص: ۳۳۲۔

کے علاوہ رب بنا بیٹھے تھے، ان کا یہ عمل یقیناً شرکیہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ﴿سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (یعنی: وہ (اللہ) پاک ہے اس سے جو یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔ فرما کران کے شرک کو واضح کیا اور اُس کا رد فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ شرک کی صرف یہی ایک صورت نہیں کہ کسی کو اللہ عز وجل کے بالکل برابر سمجھا جائے، ازلی ابدی، واجب الوجود مانا جائے۔ بلکہ غیر اللہ میں ان صفات کے انکار کے باوجود بھی اگر کوئی شخص غیر کو کسی صفت میں شریک کرتا ہے وہ معاملہ اختیار کرتا ہے جو اللہ عز وجل کے لیے مختص ہے تو وہ بھی شرک کا مرتکب ہے۔ وہ غیر اللہ کو رب بنانے والا ہے خواہ زبان سے وہ توحید کا اقرار کرتا ہو شرک سے بیزاری کا اعلان ہی کیوں نہ کرتا ہو۔ جیسا کہ آیت بالا اور فریق ثانی کی تفاسیر سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ نیز دیکھئے ص۔

امید ہے کہ گزشتہ چند مثالوں سے یہ بات قدرے واضح ہو چکی ہوگی۔ اب یہ ملاحظہ کیجئے کہ فریقِ ثانی کے بعض دیگر حضرات "شرک" کی تعریف میں مزید کیا کیا شرائط عائد کرتے ہیں۔

شرک کی غلط تعریف

ان کے "علامہ" غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود ماننا یا اس کی کسی صفت کو قدیم اور مستقل بالذات ماننا یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مستحق عبادت ماننا یہ شرک ہے۔ ان کے علاوہ اور کوئی چیز شرک نہیں۔" [1]

اور محمد نجم مصطفائی صاحب شرک کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یعنی یوں کہے جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں قدیم، ابدی، ازلی، معبود مسجود ہے، بالکل اسی طرح حضرت جبرائیل علیہ السلام یا حضرت آدم علیہ السلام یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی قدیم، ازلی، ابدی، معبود و مسجود اور واجب الوجود ہیں تو ایسا عقیدہ رکھنے والا کھلا ہوا مشرک ہے کیوں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک میں کسی غیر کو برابر، ہمسر اور شریک کر دیا اور یہی برابری یہی ہمسری، یہی شراکت، شرک کی پہلی قسم ہے۔

[1] شرح مسلم، ج ۱ ص ۵۴۸۔

محترم مسلمانو! میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں یکتا، ابدی، ازلی اور واجب الوجود ہے اسی طرح آپ کسی فرشتے، کسی نبی، کسی ولی یا کسی پیر کو ابدی، ازلی اور واجب الوجود مانتے ہیں؟ اگر نہیں مانتے یقیناً آپ کا دامن شرک کی پہلی قسم کی نجاست سے پاک اور صاف اور سورج کی طرح چمکدار ہے۔ آپ ہرگز شرک کرنے والے نہیں۔ آپ پکے اور سچے مسلمان ہیں۔ آپ کے مسلمان ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہیں۔ آپ کا مشرک ہونا اس وقت ثابت ہوتا جب آپ کسی بھی غیر کو اللہ کی ذات میں شریک کر دیتے۔ جب ذات میں شراکت نہیں تو پھر شرک کیسا۔ [1]

اس سے پہلے کہ ہم اس اقتباس کے مندرجات پر غور کریں پھر اس سے متعلق اپنی کچھ معروضات عرض کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب سے متاثر اور اس کے مصدقین کے ''اسمائے گرامی'' مختصراً ان کے ''تاثرات'' کے ساتھ عرض کر دیں تا کہ کتاب کی اہمیت واضح ہو جائے تو لیجئے سنیئے!

① مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، الجامعۃ النظامیہ الرضویہ (لاہور) لکھتے ہیں:

''مذکورہ کتاب کو غور سے پڑھا تو آپ کے اندازِ تحریر کو پسندیدہ پایا... یہ اشاعت موجودہ دور کے معیار پر نہ صرف پوری ہے بلکہ ظاہری و باطنی طور پر مزید خوبیوں کی حامل ہے کسی ایجنٹ یا کتب خانہ کے ذریعے ملک بھر میں ہر اسٹال پر یہ کتاب موجود رہے۔'' [2]

مفتی ہزاروی صاحب کتاب کو غور سے پڑھنے پر جس قدر متاثر ہوئے اور کتاب کو جو اہمیت دی وہ آپ نے ملاحظہ کیا۔

② محمد منشاء تابش قصوری صاحب، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور لکھتے ہیں:

''ایسی تصنیف کا ظہور اس کے سامنے سدِ سکندری سے کم نہیں، انداز تحریر جدید ہونے کے باوجود تحقیق سے بھرپور ہے.... اس کامیاب کوشش پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔'' [3]

---

[1] حق کی تلاش ص ۱۶، ناشر مکتبہ تحقیقاتِ اسلامیہ حنفیہ، فیصل آباد۔ [2] حق کی تلاش ص ۴۔

[3] حق کی تلاش ص ۴۔

واضح رہے کہ ''جامعہ نظامیہ لاہور'' فریقِ ثانی کی معتبر و مرکزی ''درسگاہ'' ہے۔

③ ان کے صاحبِ تصانیف کثیرہ، استاذ العلما، فیض ملت، علامہ الحاج، مفتی محمد فیض احمد اویسی بہاولپوری لکھتے ہیں: ''موصوف کے رسائل نہایت ہی مفید ہیں'' (ص ۵)

④ مفتی عبدالرحمٰن قمر، ڈائریکٹر آف اسلامک فاؤنڈیشن...... لکھتے ہیں:

''میں نے اس کتاب کو پڑھا ہے اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ کتاب ہر مسلمان کے لئے وقت کی ضرورت ہے'' (ص ۳)

شرک کی غلط تعریف کا بطلان

اب اس اقتباس پر غور کیجئے! اس کے مطابق ''شرک'' کب لازم آئے گا؟ جب کوئی شخص ''جس طرح اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات میں یکتا، ابدی، ازلی اور واجب الوجود جانتا ہو اسی طرح کسی فرشتے، کسی نبی کسی ولی یا پیر کو بھی ابدی ازلی، قدیم اور واجب الوجود مانتا ہو۔''

اگر کوئی ایسا تصور نہیں رکھتا تو ان کے بارے میں ارشاد ہوا:

''اگر نہیں مانتے تو یقیناً آپ کا دامن شرک کی پہلی قسم کی نجاست سے پاک اور صاف اور سورج کی طرح چمکدار ہے، آپ ہرگز شرک کرنے والے نہیں، آپ پکے اور سچے مسلمان ہیں۔'' نجم صاحب کے بقول: ابدی، ازلی اور واجب الوجود وغیرہ ماننے سے ہی ''شرک'' لازم آتا ہے اس لئے سب سے پہلے ان کے معنی جان لینا ضروری ہیں۔

① ''ابدی'' اس کے معنی ہیں: لازوال جس کی انتہا نہ ہو۔

② ''ازلی'' اس کے معنی ہیں: قدیم ہمیشہ سے پایا جانے والا۔

نجم صاحب نے ان دونوں الفاظ سے متعلق لکھا ہے کہ ''وہ اپنی ذات میں قدیم، ازلی اور ابدی ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔'' [1]

③ ''واجب الوجود'' اس کے معنی نجم صاحب نے کچھ اس طرح بیان کئے ہیں: وہ (اللہ) ''واجب الوجود'' ہے یعنی وہ کسی سے وجود میں نہیں آیا، وہ اپنے موجود ہونے میں کسی

[1] حق کی تلاش ص ۱۴۔

سبب یا کسی ذرائع کا محتاج نہیں ہے۔ وہ اپنی ذات میں خود بخود ہے“ [1]

اب بقول موصوف کے جب کوئی شخص کسی انسان، فرشتے یا جن سے متعلق یہ عقیدہ نہ رکھتا ہو وہ شخص شرک میں مبتلا نہیں ہوتا مشرک نہیں ہوتا۔ ہمیں حیرت اور افسوس بھی ہے کہ موصوف نے یہ سب کچھ کس طرح فرما دیا اور شرک کو ان شرائط کے ساتھ کیسے مشروط کر دیا۔ ان تصورات و شرائط پر تو ”مشرکین عرب“ کا شرک بھی لازم نہیں آتا، ان شرائط پر تو وہ بھی ”مشرک“ ثابت نہیں ہوتے بلکہ صاف بچ جاتے ہیں۔ وہ کیسے؟ آیئے دیکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ ﴾ [2]

”جنھیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے، ہاں (شفاعت کے مستحق وہ ہیں) جو حق بات کا اقرار کریں اور انہیں علم بھی ہو اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ بتاؤ ان کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، تو پھر یہ کہاں بھٹکے جا رہے ہیں۔“

اس آیت کی تفسیر میں فریق ثانی کے نامور ”عالم“ سید احمد سعید کاظمی ملتانی صاحب کہتے ہیں:

”علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ یہ آیت بتوں کی عبادت کرنے والے مشرکین سے متعلق بھی ہو سکتی ہے اور ان کے معبودوں کے متعلق بھی۔“

اسی طرح کاظمی صاحب لکھتے ہیں: ”مشرکین بتوں کی پوجا کرتے تھے ان سے پوچھا گیا کہ تم جو بتوں کو پوجا کرتے ہو تو ان کو کس نے پیدا کیا؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وہ کہیں گے اللہ نے پیدا کیا۔“ [3]

---

[1] حق کی تلاش ص ۱۴۔ [2] ۴۳/ الزخرف: ۸۶، ۸۷۔ [3] توحید اور شرک ص ۸ مطبوعہ جمعیت اشاعت اہلسنت، نور مسجد، کاغذی بازار کراچی۔

اس آیتِ مبارکہ اور فریقِ ثانی کے مسلّمہ تفسیر بالا سے واضح طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ''مشرکین'' اپنے ''معبودوں'' کو خالق نہیں بلکہ مخلوق مانتے تھے کہ انہیں اللہ نے پیدا کیا وہ خود سے نہیں تھے۔ان کے وجود کا سبب اللہ رب العالمین ہے۔

الغرض! ''مشرکین عرب'' کا اپنے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کی ''مخلوق'' تسلیم کرنا اور اس بات کا کھلے بندوں واضح اعلان کرنا حتیٰ کہ اپنے ان معبودوں کی مخالفت کرنے والے داعی اعظم محمد ﷺ اور اہلِ ایمان کے سامنے اور ان کے مقابلے میں پھر خاص طور پر ایسے موقع پر کہ جب وہ ان کے اس ''جواب'' کی روشنی میں ان کے اس مسلّمہ پر انھی کے خلاف ''حجت'' قائم فرماتے ہیں.....ان کا یہ جواب کہ ''ہمارے ان معبودوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا'' انہیں ''مخلوق'' ہی تسلیم کرنا، اس بات کو واضح طور پر ثابت کرتا ہے کہ ''مشرکین عرب'' اپنے معبودوں کو ''اپنی ذات میں یکتا'' ''ابدی'' لازوال جس کی انتہا نہ ہو۔ ''ازلی'' قدیم، ہمیشہ سے پایا جانے والا ''واجب الوجود'' جو کسی سے وجود میں نہ آیا ہو۔ وہ اپنے موجود ہونے میں کسی سبب یا ذرائع کا محتاج نہ ہو اور اپنی ذات میں خود بخود ہو ایسا نہیں سمجھتے تھے اور نہ اپنے معبودوں سے متعلق ایسا عقیدہ و نظریہ ہی رکھتے تھے۔

جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

وَلَمْ يَكُنْ هٰؤُلَاءِ الْمُشْرِكُوْنَ يُشْرِكُوْنَ أَحَداً فِي خَلْقِ الْجَوَاهِرِ، وَتَدْبِيرِ الْأُمُوْرِ الْعِظَامِ، وَلَا يُثْبِتُوْنَ لِأَحَدٍ قُدْرَةَ الْمُمَانَعَةِ إِذَا أَبْرَمَ اللّٰهُ تَعَالىٰ أَمْرًا، وَإِنَّمَا كَانَ إِشْرَاكُهُمْ فِي أُمُوْرٍ خَاصَّةٍ بِبَعْضِ الْعِبَادِ، وَيَظُنُّوْنَ اَنَّ سُلْطَانًا عَظِيْمًا مِنَ السَّلَاطِيْنِ كَمَا يُرْسِلُ عَبِيْدَهُ الْمَخْصُوْصِيْنَ إِلىٰ نَوَاحِي مَمْلِكَتِهِ، وَيَجْعَلُهُمْ مُخْتَارِيْنَ مُتَصَرِّفِيْنَ فِي أُمُوْرٍ جُزْئِيَّةٍ، إِلىٰ اَنْ يَصْدُرَ عَنْهُ حُكْمٌ صَرِيْحٌ فِي أَمْرٍ خَاصٍّ، وَلَا يَقُوْمُ بِشُئُوْنِ الرَّعِيَّةِ وَأُمُوْرِهِمُ الْجُزْئِيَّةِ بِنَفْسِهِ، بَلْ يَكِلُ الرَّعِيَّةَ إِلىٰ الْوُلَاةِ وَالْحُكَّامِ، وَيَقْبَلُ شَفَاعَتَهُمْ فِي حَقِّ الَّذِيْنَ

يَخْدِمُوْنَهُمْ، وَيَتَوَسَّلُوْنَ بِهِمْ، كَذٰلِكَ قَدْ خَلَعَ الْمَلِكُ عَلَى الْإِطْلَاقِ عَلٰى بَعْضِ عِبَادِهِ خِلْعَةَ الْأُلُوْهِيَّةِ، وَجَعَلَ سَخَطَهُمْ وَرِضَاهُمْ مُؤَثِّرًا فِي عِبَادِهِ الْآخَرِيْنَ، فَيَرَوْنَ التَزَلُّفَ إِلٰى أُوْلٰئِكَ الْعِبَادَ الْمُقَرَّبِيْنَ وَاجِبًا لِيَتَيَسَّرَ لَهُمْ حُسْنُ الْقُبُوْلِ فِي حَضْرَةِ الْمَلِكِ الْمُطْلَقِ، وَتُقْبَلُ شَفَاعَتُهُمْ لِلْمُتَقَرِّبِيْنَ بِهِمْ فِي مَعَارِي الْأُمُوْرِ وَكَانُوْا يُجَوِّزُوْنَ نَظْرًا إِلٰى هٰذِهِ الْأُمُوْرِ: اَنْ يُسْجَدَ لَهُمْ، وَيُذْبَحَ لَهُمْ، وَيُحْلَفَ بِهِمْ، وَيُسْتَعَانَ بِقُدْرَتِهِمْ الْمُطْلَقَةِ فِي الْأُمُوْرِ الْمُهِمَّةِ، وَنَحَتُوْا صُوَرًا كَصُوَرِهِمْ مِنَ الْحَجَرِ وَالصُّفْرِ وَجَعَلُوْهَا قِبْلَةً لِلتَّوَجُّهِ اِلٰى تِلْكَ الْأَرْوَاحِ، حَتّٰى إِعْتَقَدَ الْجُهَّالُ شَيْئًا فَشَيْئًا تِلْكَ الصُّوَرَ مَعْبُوْدَةً بِذَوَاتِهَا، فَتَطَرَّقَ الْفَسَادُ الْعَظِيْمُ إِلَى الْمُعْتَقِدَاتِ۔ [1]

''مشرکین کسی کو کائنات کی چیزوں جیسے جواہر وعناصر پیدا کرنے میں، اور بڑے بڑے امور کی تدبیر وانتظام میں کسی کو بھی اللہ کا شریک نہیں ٹھہراتے تھے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی معاملہ کا قطعی فیصلہ فرمادے تو وہ کسی کے لیے بھی یہ ثابت نہیں کرتے تھے کہ وہ اسے روکنے یا ٹالنے کی قدرت رکھتا ہے۔ البتہ ان کا شرک ایسے خاص امور میں تھا جن کا تعلق بعض بندوں کے ساتھ تھا، وہ یہ گمان رکھتے تھے کہ جس طرح بادشاہوں میں سے کوئی عظیم بادشاہ اپنے مخصوص کارندوں کو اپنی مملکت کے اطراف وجوانب میں ذمہ دار بنا کر بھیجتا ہے۔ اور انہیں بعض جزوی معاملات میں مختار ومتصرف بناتا ہے، کسی خاص معاملہ میں اُس بادشاہ کی طرف سے واضح حکم صادر ہونے تک، بادشاہ رعیت کے معاملات اور چھوٹے موٹے جزوی کاموں کو خود سرانجام نہیں دیتا، بلکہ رعایا کے معاملات ذیلی حکام کے سپرد کر دیتا ہے۔ اور جو ان حکام

[1] الفوز الکبیر، ص:۲۱ تا ۲۲ مطبوعہ مکتبہ علوم اسلامیہ، لاہور۔

کی خدمت کرتے ہیں اور اسے بادشاہ تک وسیلہ بناتے ہیں ان کے حق میں ان کی سفارش کو قبول کر لیتا ہے اسی طرح شہنشاہِ مطلق یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بھی اپنے خاص بندوں کو الوہیت کا مرتبہ عطا فرمادیا ہے۔ اور ان کی ناراضگی ورضامندی کو اپنے دوسرے بندوں کے حق میں مؤثر بنا دیا ہے۔ پس وہ مشرک ان مقرب بندوں کے تقرب حاصل کرنے کو ضروری سمجھتے تھے تاکہ انہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور بآسانی مقبولیت حاصل ہو جائے۔ اور ان کے روزمرہ کے معاملات میں ان مقربین کی سفارش بارگاہ الٰہی میں انہیں حاصل ہو جائے۔ جو ان کے ذریعے قرب الٰہی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ انہی خیالی باتوں کے پیش نظر وہ مشرکین ان مقربین کے حضور سجدے کرنا اوران کے لیے قربانی کرنا، ان کے ناموں کی قسمیں کھانا، اہم معاملات میں ان کی قدرتِ کاملہ سے مدد مانگنا جائز سمجھتے تھے، اور انہوں نے ان مقرب بندوں کی شکل وشباہت جیسی پتھر وپیتل کی مورتیاں تراش رکھی تھیں اور ان مورتیوں کو مقرب بندوں کی ارواح کی طرف متوجہ ہونے کا ذریعہ بنالیا تھا۔ یہاں تک کہ دھیرے دھیرے انہوں نے مورتیوں ہی کو حقیقی معبود سمجھ لیا پس اس طرح اس فسادِ عظیم نے عقیدوں تک پہنچنے کا راستہ پالیا۔''

مشرکین کے ان عقائد کے باوجود اللہ رب العالمین نے انہیں ''شرک کی نجاست سے پاک صاف اور سورج کی طرح چمکدار'' قرار دینے کے بجائے قرآنِ مجید میں جگہ جگہ انہیں ''مشرک'' ہی قرار دیا جیسا کہ بکثرت آیات میں اس بات کا ذکر ملتا ہے۔ تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ فریقِ ثانی کی ''شرک'' سے متعلق عائد کردہ شرائط اور اصول اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے اصول کے خلاف ہیں۔ تو یقیناً غلط ہیں۔

بہر حال فریقِ ثانی کو اگر اپنے اصول پر اصرار ہے تو وہ اعلان کریں کہ ''مشرکین عرب'' بھی ''شرک کی نجاست سے پاک صاف اور سورج کی طرح چمکدار اور ہرگز شرک کرنے والے نہ تھے'' اور اگر وہ نظرِ ثانی اور غور وفکر کے لئے تیار ہوں تو ان پر واضح ہوگا کہ

''شرک'' کے لئے ''قدیم، ابدی، ازلی، واجب الوجود ماننے کی'' لازمی شرط لگانا قطعاً درست نہیں بلکہ قرآن وسنت کی تعلیمات سے واضح طور پر غفلت اور عدمِ تدبر کا نتیجہ ہے۔

باقی رہا ''شرک کی اس تعریف'' میں نجم صاحب کا یہ فرمانا کہ

''آپ کا مشرک ہونا اس وقت ثابت ہوتا جب آپ کسی بھی غیر کو اللہ کی ذات میں شریک کر دیتے جب ذات میں شراکت نہیں تو پھر شرک کیسا؟'' [1]

اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ موصوف ''شرک فی الصفات'' کو شرک نہیں سمجھتے اور نہ ہی صفات میں شرک کرنے والے کو ''مشرک'' قرار دیتے ہیں، ورنہ جناب کا یہ کہنا کیا معنی رکھتا ہے کہ ''جب ذات میں شراکت نہیں تو پھر شرک کیسا''؟ حالانکہ آگے چل کر خود جناب نے بھی شرک فی الصفات کا ذکر کیا ہے۔

شرک فی الصفات کی غلط تعریف

فریق ثانی کے ''علامہ'' غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں: ''اللہ کے شریک بنانے کا معنی یہ ہے کسی کو اللہ کے مساوی ماننا یعنی کسی شخص کو واجب الوجود اس کی صفات کو مستقل قدیم اور اس کو عبادت کا مستحق ماننا۔'' [2]

اور نجم صاحب شرک فی الذات کے بعد شرک فی الصفات کی تعریف میں طبع آزمائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''شرک کی دوسری قسم ہے ''شرک فی الصفات'' شرک فی الصفات کے معنی یہ ہیں کہ جو صفات اللہ جل مجدہ کی بالکل وہی صفات کسی غیر میں بھی شریک کر دی جائیں'' (ص ۱۵)

پھر لکھتے ہیں:

> ''پس جو کوئی اللہ کی صفاتِ کاملہ کی طرح کسی غیر میں اس کی کسی صفت کو قدیم، ازلی، ابدی، قدیمی، لامحدود، ذاتی، لامتناہی مانے یعنی وہ یوں کہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا عالم الغیب ہونا ذاتی، قدیمی، لامحدود، ازلی وابدی ہے بالکل اسی طرح حضور ﷺ کا غیب داں ہونا بھی ذاتی، قدیمی،

---

[1] حق کی تلاش ص ۱۴۔ [2] شرح صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۶۲۔

لامحدود، لامتناہی، ازلی وابدی ہے۔ یا یوں کہیے جس طرح اللہ تعالیٰ کا...... مختارِ کل ہونا، رؤف ورحیم ہونا، حاکم ہونا...... قدیمی، ازلی، ابدی، ذاتی اور لامحدود ہے بالکل اسی طرح حضرت محمد ﷺ کا...... مختار ہونا...... رؤف و رحیم ہونا، حاکم ہونا،...... بھی قدیمی، ازلی وابدی، ذاتی اور لامحدود ہے یا کسی بھی غیر میں اللہ جل مجدہ کی صفاتِ کاملہ شریک کرے تو ایسا عقیدہ رکھنے والا ''مشرک'' ہوگا۔'' [1]

اسی طرح لکھتے ہیں:

''جب بھی کسی بات پر ''شرک'' کا شبہ ہو تو اس ''حقیقت'' پر غور کر لیا جائے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کو واجب الوجود، معبود ومسجود ماننا اور اس کی صفات کو قدیمی، ذاتی، لامحدود، ازلی صفات رکھنے والا ماننا لازم آتا ہے یا نہیں؟ اگر ان میں سے کوئی بھی بات لازم آتی ہے تو بے شک وہ بات شرک ہے، اگر ان میں سے کوئی بات لازم نہیں آتی تو اسے ''شرک'' نہیں کہہ سکتے۔'' [2]

مندرجہ بالا اقتباسات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فریقِ ثانی کے نزدیک ذات وصفات میں ''شرک'' کے ثبوت کے لئے درج ذیل چند باتیں بالکل لازمی وضروری ہیں:

① اللہ کی صفت کو اس کے غیر میں ذاتی، قدیمی، ازلی وابدی طور پر مانا جائے۔

② اسی طرح اس غیر میں اس صفت کو لامتناہی ولامحدود مانا جائے۔

③ نیز اس سے غیر کا واجب الوجود ومسجود ماننا بھی لازم ہے۔

اگر ان میں سے کوئی بات پائی جائے تو ''شرک'' ہوگا اور اگر ان میں سے کوئی بات نہ پائی جائے تو اس صورت میں شرک بھی لازم نہیں آئے گا۔ ایک بار پھر ہم انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ فریقِ ثانی کی ان شرائط پر تو یہود ونصاریٰ حتیٰ کہ مشرکین عرب تک کا بھی شرک لازم نہیں آتا بلکہ وہ بھی صاف اور واضح طور پر ''شرک'' کے حکم سے

[1] حق کی تلاش ص ۱۵۔ [2] حق کی تلاش ص ۱۶۔

باآسانی بچ جاتے ہیں۔ جبکہ قرآن وسنت ان کے شرک میں مبتلا ہو جانے کی خبر دیتا ہے۔

اب معلوم نہیں فریقِ ثانی کو اپنا دفاع مقصود و مطلوب ہے یا یہود ونصاریٰ اور مشرکینِ عرب کا دفاع پیشِ نظر ہے!! لیکن یہ امر تو واضح ہے کہ نادانستگی ہی میں سہی پر موصوف نے جو کچھ پیش کیا اور جو اصول و نکات بیان فرمائے ہیں، اس سے تو یہود ونصاریٰ اور مشرکینِ عرب کا بھی زبردست دفاع ہو جاتا ہے چونکہ قرآن وسنت میں ان سے متعلق جو بعض باتیں نقل ہوئیں اور ان کے جو عقائد بیان ہوئے، وہ کچھ اس طرح سے ہیں کہ موصوف کی ان شرائط یا نکات کی بنا پر ان کا ہر فرد باآسانی شرک سے بالکل پاک اور سورج کی طرح چمکدار ثابت ہو جاتا ہے میرے ناقص خیال کے مطابق یہ بات تو فریقِ ثانی بھی پسند نہیں فرمائے گا کہ اس سے تو قرآن مجید کی بہت سی آیات کا انکار لازم آتا ہے۔ بہرحال اب ہم ان نکات کا قرآن وسنت کی روشنی میں بالترتیب جائزہ لیتے ہیں:

صفات کا ازلی ابدی...... ماننا

① موصوف کا پہلا ''ارشاد'' جو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی کسی صفت کو اس کے غیر میں جب ذاتی، قدیمی، ازلی وابدی مانا جائے تب شرک ہوگا ورنہ نہیں۔

گزشتہ صفحات میں ہم قرآن مجید کی آیت اور فریقِ ثانی کی ''مسلّمہ علمی شخصیت'' کاظمی صاحب کی نقل کردہ تفسیر سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ''مشرکینِ عرب'' اپنے معبودوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مخلوق سمجھتے تھے، ان کے مخلوق ہونے کا اعتراف بھی کرتے تھے۔ جب وہ ان کے وجود کو ہی ذاتی، ازلی وابدی اور قدیمی نہیں مانتے تو یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ ان کی صفات کو ذاتی ازلی، ابدی اور قدیمی مانیں؟ اگرچہ یہی ایک دلیل اس بات کے ثبوت کے لئے کافی ہے مگر ہم وضاحت کے لئے بعض دیگر دلائل بھی نقل کیے دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ

عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۝ ﴾ [1]

''(اے نبی ﷺ) آپ ان سے کہیے کہ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ یہ زمین اور جو کچھ زمین پر ہے یہ سب کس کا ہے؟ یہ کہیں گے کہ اللہ کا (تو ان سے کہیں) کہ پھر تم نصیحت کیوں نہیں پکڑتے آپ ان سے کہیں کہ ساتوں آسمانوں اور عرشِ عظیم کا مالک کون ہے؟ تو یہ کہیں گے کہ اللہ، آپ کہیں کہ تو پھر تم ڈرتے کیوں نہیں، ان سے کہیں کہ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ ہر چیز پر اقتدار و اختیار کس کا ہے؟ اور کون ہے جو پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا؟ تو یہ جواب دیں گے کہ اللہ (ہی کے لئے ہر چیز پر اقتدار و اختیار ہے) تو آپ ان سے کہیے کہ پھر تم کس جادو کے فریب میں پڑے ہو؟''

ان کے صدر الافاضل مراد آبادی صاحب (مؤمنون:۸۸) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''جب تم اقرار کرتے ہو کہ قدرتِ حقیقی اسی کی ہے اور اس کی خلاف کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا تو دوسرے کی عبادت قطعاً باطل ہے۔'' [2]

ان کے مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''ملک کا قبضہ ملک، خلق کا قبضہ ملکوت ہے، اسی لیے ملک تو مخلوق کے لیے بھی ثابت ہو جاتا ہے، مگر ملکوت صرف رب کے لیے ہے، جیل، پھانسی پر قادر بادشاہ بھی ہے۔ مگر موت، حیات، بیماری شفا پر رب کے سوا کوئی قادر نہیں یعنی ان تمام باتوں کے اقرار کے باوجود مشرک ہیں۔'' الخ [3]

ان کے پیر کرم شاہ الازہری صاحب ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اے میرے رسول مکرم! یہ لوگ جو میری توحید کے منکر ہیں اور قیامت کو خلاف عقل کہتے ہیں انہی سے پوچھو کہ زمین، اس میں بلند کوہسار، وسیع و عریض صحرا، یہ آبادیاں یہ بستیاں، یہ ندیاں اور دریا، یہ کھیت اور باغات اور اس زمین پر بسنے والی اَن گنت اقسام و انواع کی بیشمار مخلوقات کا مالک کون

[1] ۲۳/ المومنون: ۸۴، ۸۹۔ [2] خزائن العرفان۔ [3] نور العرفان۔

ہے بتاؤ اگر تمہیں کچھ واقفیت اور علم ہے، خود ہی فرمایا: وہ مجبور ہو کر یہی کہیں گے لِلّٰہِ یعنی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے جب تمہیں بھی اس واضح حقیقت کو تسلیم کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہیں تو پھر تم اس کے سوا دوسروں کو خدا اور الہ کیوں کہتے ہو...... پھر فرمایا اے حبیب! ان منکرین توحید اور منکرین قیامت سے ایک اور سوال پوچھو کہ زمین اور مافیھا کے متعلق تو تم نے تسلیم کر لیا اب یہ بتاؤ کہ سات آسمان جن کی وسعت اور بلندی کا اندازہ لگانے سے بھی تم قاصر ہو اور عرشِ عظیم جو ان سات آسمانوں سے بھی وسیع تر ہے اور انہیں گھیرے ہوئے ہے ان کا رب کون ہے؟ اس کا جواب بھی خود ہی فرما دیا کہ وہ ناچار ہو کر کہیں گے یہ سب کچھ بھی اللہ تعالیٰ کا ہے...... زمین و آسمان اور عرش کے متعلق تو انہوں نے تسلیم کر لیا۔ اے نبی مکرم! اب ان سے پوچھو کہ زمین و آسمان میں کوئی بڑی سے بڑی چیز جس کا تم تصور کر سکتے ہو ایسی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ملک میں نہ ہو اور جس پر اُس کا حکم نہ چل سکے وہ قادرِ مطلق تو جس کو چاہے پناہ دے، کسی کی مجال نہیں کہ اُف کر سکے، کسی میں یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کسی کو پناہ دے سکے، اب تم کسی ایسی ہستی کی نشاندہی کرو جو اس صفت سے متصف ہو۔ اس سوال کے جواب میں بھی وہ حسبِ سابق یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ لِلّٰہ ہر چیز اُسی کی مِلک ہے، اُسی کے زیرِ نگیں ہے۔ کسی ہستی میں یہ قوت نہیں کہ زبردستی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کسی کو پناہ دے سکے۔'' [1]

اس تفسیر کے مندرجات پر غور کیجئے زمین و آسمان کی کونسی ایسی چیز ہے کہ جس پر مشرکین اللہ تعالیٰ کی ملکیت کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ ازہری صاحب کے بیان کے مطابق بھی وہ کائنات کی ہر ہر شئی کا حقیقی مالک اللہ عزوجل ہی کو سمجھتے تھے۔ الغرض۔

ان آیاتِ مبارکہ میں مشرکین سے سوال کیا گیا کہ بتلاؤ زمین اور اس کی ساری

---

[1] ضیاء القرآن، ج ۳، ص: ۲۶۸، ۲۶۹۔

آبادی کس کی ہے؟ ہر چیز پر اقتدارِ کامل، غلبہ تامہ، حکومتِ حقیقیہ کس کی ہے۔ پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے خود ہی فرما دیا کہ یہ کہیں گے کہ اللہ ہی کی ساری آبادی ہے اور اسی کا ہر چیز پر اقتدار وغلبہ ہے۔

﴿ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۝ ﴾ [1]

''اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہو سکتی ہے۔''

جب مشرکینِ عرب ہر چیز کا مالک اللہ ہی کو سمجھتے اور ہر چیز پر اس کے غلبہ تامہ اور اقتدار کاملہ کو تسلیم کرتے تھے تو ہر چیز میں یقیناً ان کے معبودانِ باطلہ بھی شامل تھے۔ جس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین عرب اپنے ان معبودوں پر بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اقتدار و حاکمیت کو تسلیم کرتے تھے، ان کا یہ تسلیم کرنا اس طرح بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے ان آیات کے نزول کے بعد بھی آ کر یہ نہیں کہا کہ ہم ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت تسلیم نہیں کرتے نہ ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت و اقتدار ہی کو تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ بس ہر چیز کو اللہ کی ملکیت تصور کرنا اور ہر چیز پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اقتدار کامل اور غلبہ تامہ کو تسلیم کر لینا ہی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ وہ اپنے معبودوں سے متعلق جن مافوق الفطرت و مافوق الاسباب عقائد کے حامل تھے انہیں ذاتی، قدیمی، ازلی، ابدی نہیں سمجھتے تھے۔

مشرکینِ عرب کا عطائی عقیدہ

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يَقُوْلُوْنَ: لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ، قَالَ فَيَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((وَيْلَكُمْ قَدْ قَدْ)) فَيَقُوْلُوْنَ: إِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ، يَقُوْلُوْنَ هٰذَا وَهُمْ يَطُوْفُوْنَ بِالْبَيْتِ [2]

''مشرکین بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے یوں کہا کرتے تھے: لبیك لا شريك لك (جب وہ اتنا کہتے تو) تو رسول اللہ ﷺ فرماتے: ''تمھاری بربادی ہو بس بس'' (اس پر کفایت کر جاؤ) لیکن وہ (مزید الفاظ) کہتے:

[1] ٤/ النساء: ١٢٢۔ [2] صحيح مسلم: ١١٨٥، دار السلام: ٢٨١٥۔

"إلا شريكًا هو لك تملكه وما ملك" یعنی اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایسا شریک جو تیرے لئے ہے تو اس شریک کا بھی مالک ہے اور جو کچھ اس شریک کے اختیار میں ہے اس کا بھی تو ہی مالک ہے۔"

فریقِ ثانی کے پیر کرم شاہ الازہری صاحب اپنی تفسیر میں ایک مقام پر مشرکین کے عقائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بتوں کے متعلق مشرکین کا جو عقیدہ تھا وہ متعدد مقامات پر بیان کیا گیا...... نیز حج کے موقع پر جو تلبیہ وہ کہا کرتے تھے اس سے بھی ان کے عقیدہ کا پتہ چلتا ہے وہ کہا کرتے تھے "لبيك اللهم لبيك لبيك لا شريك لك الا شريكاً هو لك تملكه وما ملك" ہم حاضر ہیں اے اللہ ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ تیرا شریک ہے جس کو تو نے اپنا شریک بنایا ہے تو اس کا مالک ہے اور جس کا وہ مالک ہے اس کا بھی تو مالک ہے۔ [1]

اس مقام پر "تملكه وما ملك" کا ترجمہ کیا گیا ہے "تو اس کا مالک ہے اور جس کا وہ مالک ہے اس کا بھی تو مالک ہے۔

اور واضح رہے کہ مشرکینِ عرب کے ہاں غلامی کا رواج تھا وہ مالک اور مملوک کے فرق سے بخوبی آگاہ تھے انہیں یہ سمجھانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی کہ مالک و مملوک میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ مالک حکم دینے والا حاکم ہوتا ہے اور "مملوک" حکم ماننے کا پابند محکوم ہوتا ہے، مالک آزاد و خود مختار ہوتا ہے جبکہ "مملوک" کے اپنے اختیارات نہیں ہوتے، مالک کی اپنی مرضی ہوتی ہے جبکہ مملوک کی اپنی مرضی نہیں ہوتی بلکہ وہ مالک کی مرضی پر عمل کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اس کے باوجود ان کا برسرِ عام طوافِ کعبہ کے دوران میں یہ اعلان کہ "ہمارے ان معبودوں کا مالک اللہ ہی ہے" ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کا تابع فرمان اور اللہ کے سامنے عاجز، بے بس اور مجبور تسلیم کرتے تھے۔ اب بالکل برابری کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ "وَمَا مَلَكَ" سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ان معبودوں کے اختیارات کا مالک بھی اللہ ہی کو سمجھتے تھے کہ ان اختیارات کا مالک اللہ ہے اور یہ اختیارات

[1] ضياء القران، ج ٢، ص: ٤٦٢، يوسف: ١٠٦ كی تفسير میں۔

اللہ ہی کے عطا کردہ ہیں، جیسا کہ ازہری صاحب کے ترجمہ سے بھی ثابت ہو رہا ہے تو اس اقرار و اعلان کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں ''مشرک'' قرار دیا۔ ان کا یہ ''عطائی عقیدہ'' ان پر ''شرک'' کے لازم آنے سے انہیں بچا نہ سکا۔

معلوم ہوا کہ ''شرک فی الصفات'' کے لازم ہونے کے لئے یہ شرط نہیں کہ غیر میں اس صفت کو ''ذاتی، قدیمی، ازلی و ابدی'' طور پر مانا جائے۔ جب عطا ہوا تو ذاتی نہ رہا جب عطا ہوا تو مطلب عطا ہونے سے پہلے یہ صفت نہیں تھی تو ازلی بھی نہ رہا اور اپنے معبودوں کے لئے ان اختیارات کے ''عطائی'' ہونے کے ہی مشرکین قائل تھے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے انہیں ''مشرک'' قرار دیا جانا، فریقِ ثانی کی ''ازلی ابدی ذاتی قدیمی'' والی تمام شرائط کو باطل ٹھہرا دیتا ہے۔ چونکہ جو کچھ وہ ''عطائی'' طور پر تسلیم کرتے تھے، اس کے عطا ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔

2 صفت کا لامحدود ماننا

فریقِ ثانی کی طرف سے شرک لازم آنے کے لئے یہ بھی ضروری قرار دیا گیا ہے کہ غیر میں اس صفت کو ''لامتناہی'' اور ''لامحدود'' مانا جائے تب ''شرک'' ہوگا ورنہ نہیں۔

تو عرض ہے کہ یہ ''لامحدود'' کی شرط بھی قرآن و سنت کی روشنی میں باطل ہے۔ اس لئے کہ مشرکین بھی اپنے معبودوں کی طاقت کو ''محدود'' مانتے تھے اور ان کا یہ طرزِ عمل تعریض کے طور پر قرآنِ مجید میں بہت سے مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ چند ایک آیات ملاحظہ کیجئے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنْجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴾ [1]

''وہ اللہ ہی ہے جو تمھیں خشکی اور دریا میں سیر کراتا ہے یہاں تک کہ جب تم

[1] ۱۰/ یونس: ۲۲۔

کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں موافق ہوا کے ساتھ انہیں لے کر چلتی ہیں اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں کہ (اچانک) ان پر سخت ہوا کا جھونکا آتا ہے اور ہر طرف سے ان پر موجیں اٹھی چلی آتی ہیں اور انہیں یہ خیال آتا ہے کہ ہم گھیرے گئے (تو اس وقت) سب بندگی کو اللہ کے لئے خالص کرتے ہوئے اللہ ہی کو پکارتے ہیں (کہ اے اللہ!) اگر تو ہم کو اس (مصیبت) سے بچالے تو ہم ضرور شکر گزار بن جائیں گے۔''

﴿ وَإِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ ﴾ [1]

''اور جب ان (مشرکین) پر موج سائبانوں (پہاڑ نما چھپروں) کی طرح چھا جاتی ہے تو وہ خلوص کے ساتھ بندگی کرتے ہوئے اللہ ہی کو پکارتے ہیں پھر جب وہ (اللہ) انہیں نجات دے کر خشکی کی طرف پہنچاتا ہے تو ان میں سے کوئی اعتدال (انصاف) پر قائم رہتا ہے اور ہماری آیات کا انکار تو صرف وہی کرتا ہے جو بدعہد اور ناشکرا ہے۔''

فریق ثانی کے ''صدر الافاضل'' نعیم الدین مراد آبادی صاحب اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اور اس (اللہ عزوجل) کے حضور تضرع اور زاری کرتے ہیں اور اسی سے دعا والتجا، اُس وقت ماسوا کو بھول جاتے ہیں...... کہا گیا ہے کہ یہ آیت عکرمہ بن ابی جہل کے حق میں نازل ہوئی ہے......'' [2]

﴿ فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ﴾ [3]

''جب یہ لوگ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اللہ کی عبادت کو خالص کر کے صرف اسے ہی پکارتے ہیں پھر جب وہ انہیں نجات دے کر خشکی پر لے آتا ہے تو

---

[1] ۳۱/ لقمٰن: ۳۲۔ [2] خزائن العرفان۔ [3] ۲۹/ العنکبوت: ۶۵۔

فوراً ہی یہ شرک کرنے لگتے ہیں۔''

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فریق ثانی کے ''صدر الافاضل'' نعیم الدین مراد آبادی صاحب لکھتے ہیں:

''اور ڈوبنے کا اندیشہ ہوتا ہی تو باوجود اپنے شرک و عناد کے بتوں کو نہیں پکارتے...... زمانہ جاہلیت کے لوگ بحری سفر کرتے وقت بتوں کو ساتھ لے جاتے تھے جب ہوا مخالف چلتی اور کشتی خطرہ میں آتی تو بتوں کو دریا میں پھینک دیتے اور یا رب یا رب پکارنے لگتے اور امن پانے کے بعد پھر اُسی شرک کی طرف لوٹ جاتے۔'' [1]

اور فریق ثانی کے پیر کرم شاہ الازہری صاحب لکھتے ہیں:

''کفار کی ایک دوسری جماعت بلکہ زیادتی اور بے انصافی کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ بھی عجیب لوگ ہیں جب یہ کشتیوں پر سوار ہو کر سمندری سفر پر روانہ ہوتے ہیں اور راستہ میں کوئی طوفان انہیں گھیر لیتا ہے کشتی ہچکولے کھانے لگتی ہے سمندر کی بپھری ہوئی موجیں کشتی سے آ کر ٹکرانے لگتی ہیں اور نجات کی بظاہر کوئی صورت باقی نہیں رہتی تو اُس وقت اپنے بتوں سے منہ پھیر لیتے ہیں اور صرف اللہ کی جناب میں بڑے خلوص سے فریادیں کرتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انہیں سلامتی کے ساتھ ساحل پر پہنچا دیتا ہے تو پھر خداوند کریم کو بھلا دیتے ہیں، فوراً شرک کرنا شروع کر دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے فلاں معبود نے اس طوفان کی زد سے بچا لیا۔'' [2]

ان آیات سے روزِ روشن کی طرح یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مشرکین بھی ایک حد تک اپنے آلہہ (بہت سے معبودوں) کو کارساز سمجھتے تھے۔ مشکل کشائی و کارسازی کی صفت میں وہ لامحدودیت کے قائل نہیں تھے۔ سخت مشکل گھڑی میں ان کا یہ یقین پختہ ہو جاتا کہ یہاں ہمارے آلہہ کچھ نہیں کر سکتے، ان کی حدود ان کے نزدیک گویا ختم ہو جاتیں اور وہ ایسے موقع پر شرک سے وقتی طور پر پاک ہو کر اپنی بندگی کو خالصتاً اللہ کے لئے خاص کرتے ہوئے صرف اللہ ہی کو پکارتے، اسی سے مشکل کشائی چاہتے، البتہ جب مشکل کشا اللہ ان کی اس مشکل کو

[1] خزائن العرفان۔ [2] ضیاء القرآن، ج۳، ص:۵۴۵ تا ۵۴۶۔

دور فرماتا تو وہ پھر سے شرک کرنے لگتے۔ اور فریق ثانی کے علمانے بھی اپنی تفاسیر میں اس بات کا اعتراف کیا اور اس بات سے انکار نہ کر سکے۔ جیسا کہ سطورِ بالا میں ان کے تفسیری اقتباسات سے واضح ہوتا ہے۔ المختصر کہ ان کے نزدیک ان کے ''آلہہ'' لامحدود صفات کے حامل نہ تھے بلکہ ان کی صفات محدود تھیں اور وہ یہ کہ وہ خشکی پر تو ان کو مشکل کشا، حاجت روا، جاہِ پناہ تصور کرتے لیکن سمندروں میں آکر اس کی طغیانی وتلاطم خیز موجوں کے سامنے وہ بر ملا ان کی بے بسی و ''محدودیت'' کا اعتراف کرتے، اعتراف ہی نہیں بلکہ وقتی طور پر شرک سے ہاتھ چھڑا لیتے ﴿مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ اس پر روشن دلیل ہے۔ ان کا اپنے ''آلہہ'' کی صفت مشکل کشائی کے تصور کو ''محدود'' کر دینا اور ''محدود'' سمجھنا ہی سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ کی ہدایت کا اور چشمِ بصیرت روشن ہونے کا سبب بنا۔

فتحِ مکہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب امن وعام معافی کا اعلان فرمایا سوائے چند لوگوں کے (جو اسلام اور مسلمین کے سخت دشمن تھے) انہیں میں ایک ابو جہل کے بیٹے سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جنھوں نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا اور بھاگنے میں عافیت جانتے ہوئے سمندر کا رخ کیا۔

فَأَصَابَتْهُمْ عَاصِفٌ فَقَالَ أَصْحَابُ السَّفِيْنَةِ: أَخْلِصُوْا فَإِنَّ آلِهَتَكُمْ لَا تُغْنِيْ عَنْكُمْ شَيْئًا هٰهُنَا، فَقَالَ عِكْرِمَةُ: وَاللّٰهِ! لَئِنْ لَّمْ يُنَجِّنِي مِنَ الْبَحْرِ إِلَّا الْإِخْلَاصُ لَا يُنَجِّيْنِي فِي الْبَرِّ غَيْرُهُ. أَللّٰهُمَّ إِنَّ لَكَ عَلَيَّ عَهْدًا إِنْ أَنْتَ عَافَيْتَنِي مِمَّا أَنَا فِيْهِ أَنْ آتِيَ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم حَتَّى أَضَعَ يَدِي فِي يَدِهِ، فَلَأَجِدَنَّهُ عَفُوًّا كَرِيْمًا، فَجَاءَ فَأَسْلَمَ

''کشتی میں سوار ہوئے تو سمندر میں انہیں طوفان نے آلیا۔ تو کشتی والوں نے کہا: اب صرف ایک اللہ ہی کو پکارو یقیناً تمہارے (دوسرے) آلہہ یہاں تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ یہ اعلان سن کر عکرمہ (چونکے اور) کہا: اللہ کی قسم! اگر اس سمندر میں خالصتاً ایک اللہ کو پکارنے کے علاوہ نجات

نہیں مل سکتی (یہ مشکل نہیں ٹل سکتی) تو پھر خشکی میں بھی ایک اللہ کے علاوہ کوئی اور نجات نہیں دے سکتا (مشکل کشائی نہیں کر سکتا، رنج وغم نہیں ٹال سکتا)''

اے اللہ! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں اگر تو نے مجھے اس مصیبت سے نجات دی کہ جس کے اندر میں (کشتی والوں سمیت) مبتلا ہوں تو میں محمد (ﷺ) کے پاس جاؤں گا اور اپنا ہاتھ ان کے (مبارک) ہاتھ میں دے دوں گا تو یقیناً میں انہیں معاف کرنے والا معزز پاؤں گا... پس (ان طوفانی ہواؤں سے بچ کر) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا (رضی اللہ عنہ)۔ [1]

فریقِ ثانی کے مفسر نعیم الدین مراد آبادی صاحب نے بھی سورہ لقمان:۳۲ کی تفسیر میں اس واقعہ کو بطورِ شانِ نزول بیان کیا ہے۔

اس حدیث پر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے! سوچئے! کہ مشرکینِ عرب کے ہاں اپنے آلہہ کی صفات کا ''محدود'' تصور تھا یا ''لا محدود'' تصور تھا؟ ان قرآنی آیات کو پڑھ کر اس حدیث کو دیکھ کر کوئی کم عقل شخص بھی یہ کہنے کہ جسارت نہیں کرے گا ''مشرکین اپنے آلہہ میں مشکل کشائی وحاجت روائی کی ''لا محدود'' صفت تسلیم کئے ہوئے تھے۔ **کلا و فلا** ہرگز ہرگز نہیں۔

چونکہ ان مشرکین کا یہ واضح اعلان اور یہ دُہائی دینا اس صورت میں ان کا مذاق اڑا رہا ہوگا، ان کا منہ چڑا رہا ہوگا اور ان کی کم عقلی کا ماتم کر رہا ہوگا اور وہ یہ اعلان ہے کہ

أخلصوا فإن آلهتكم لا تغني عنكم شيئًا ههنا

''اپنی بندگی کو خالص کر دو، اکیلے اللہ ہی کو پکارو کہ یقیناً یہاں تمہارے دوسرے آلہہ تمہارے کچھ کام نہیں آسکتے۔ تمھیں یہاں اس موقع پر کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔''

ان تلاطم خیز موجوں میں ان تیز وتند ہوا کے جھونکوں میں وہ تمھاری مشکل کشائی سے

[1] سنن النسائی : ٤٠٧٢ وسنده حسن۔

عاجز ہیں۔

الغرض! فریقِ ثانی کی ''شرک فی الصفات'' کے لئے غیر میں اس صفت کو ''لامحدود'' ماننے کو شرط یا لازم قرار دینا بھی درست نہیں۔ قرآن مجید کی واضح آیات و مذکورہ روایت ان کی تردید کرتی ہے ان کے اس عقیدہ و نظریہ، سوچ و فکر کو باطل ثابت کرتی ہے۔

چونکہ قرآن نے ہی مشرکین کا یہ عقیدہ بیان کیا اور قرآن مجید کے بیان سے ہی واضح ہوا کہ وہ مشرکین اللہ کے غیر میں مشکل کشائی و فریادرسی کی صفات کو ''لامحدود'' نہیں مانتے تھے بلکہ محدود ہی مانتے تھے، لیکن اللہ رب العالمین نے اس کے باوجود انہیں ''شرک'' کرنے والوں میں شمار کیا۔ فریقِ ثانی کی عائد کردہ شرائط کی روشنی میں تو ''محدود'' ماننے کی وجہ سے ان کا ''شرک'' ثابت نہیں ہوتا؟ اب اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا انہیں شرک کرنے والوں میں شمار کرنا درست ہے اور یقیناً درست ہے تو معلوم ہوا کہ غیر اللہ میں صرف ''لامحدود'' والی شرط باطل ہے اور یقیناً باطل ہے۔ ومن أصدق من الله قيلاً؟

معلوم ہوا کہ غیر اللہ میں صرف ''لامحدودیت'' کی نفی اور ''محدودیت'' کا اثبات اور حدود کے خودساختہ تعین کا عقیدہ ہی شرک سے بچانے کے لئے کافی نہیں بلکہ معاملہ جو اللہ کے غیر کے ساتھ اختیار کیا جائے وہ بھی ان حدود میں ہونا چاہئے۔ مخلوق، مملوک، محدود مان لینے کے بعد انہیں پکارنا ان سے دعائیں طلب کرنا ان سے حاجت روائی، فریادرسی، مشکل کشائی چاہنا، ان سے دھن دولت، عزت وحشمت، مال و اولاد وغیرہ طلب کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ جبکہ قرآن مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِىْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِى السَّمٰوٰتِ ۖ اِيْتُوْنِىْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ ﴾ [1]

''(اے نبی ﷺ!) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ بتاؤ جن جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ (جن سے دعائیں طلب کرتے ہو) انہوں نے زمین میں

---

[1] ٤٦/ الاحقاف: ٤۔

سے کون سی چیز کو پیدا کیا یا آسمانوں کے بنانے میں ان کی کوئی شرکت ہے؟ میرے پاس اس (قرآنِ مجید) سے پہلے کی کوئی کتاب لے آؤ یا علم میں سے کچھ آثار لے آؤ اگر تم سچے ہو۔"

آج بھی اللہ کے سوا جن جن سے دعائیں طلب کی جاتی ہیں جنھیں مشکل کشائی حاجت روائی کے لئے پکارا جاتا ہے۔ بھلا انہوں نے زمین و آسمان میں سے کس کس چیز کو پیدا کیا اور کس کس چیز کے وہ خالق ہیں؟ یقیناً کسی چیز کو بھی پیدا نہیں کیا اور وہ خالق نہیں مخلوق ہیں، گو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں بلند درجات سے نوازا، اعلیٰ مراتب عطا فرمائے لیکن بہر حال کوئی بھی مسلم انہیں یا ان میں سے کسی کو خالق نہیں مانتا۔ تو پھر ان سے دعائیں کرنا ان سے مشکل کشائی چاہنا کیا معنی رکھتا ہے؟

قرآنِ مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیشتر مقامات پر جہاں مشرکین کے لئے سوالات بیان فرمائے کہ بتاؤ زمین و آسمان کا خالق کون ہے؟ مالک کون ہے؟ مدبر کون ہے؟ وہاں ان مشرکین کا اعترافی جواب بھی بیان کیا کہ اللہ ہی ہے۔ اس اعتراف پر اللہ کی نصیحت کہ پھر تم سمجھتے کیوں نہیں ﴿أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾ پھر تم سوچتے کیوں نہیں ﴿أَفَلَا تَتَّقُونَ﴾ پھر تم ڈرتے کیوں نہیں؟

شرک سے بچنے کے لئے غیر میں صفات کے "لامحدود" ماننے کو شرط قرار دینا ضروری ہے تو آج جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں سے مدد مانگنے، فریاد رسی کرنے، دوسروں کو مشکل کشا، حاجت روا، گنج بخش یعنی خزانے بخشنے والا، داتا یعنی دینے والا، غریب نواز سمجھتے ہیں، کیا وہ بتلا سکتے ہیں کہ انہوں نے غیر اللہ میں ان صفات کی حدود کا تعین کس طرح کر رکھا ہے؟ مخلوق میں ان صفات کی حد بندی ان کے نزدیک کیا ہے؟ اور وہ کون کون سے مقامات ہیں جہاں یہ لوگ نیک صالحین بندوں کی ان صفات کی حدود ختم سمجھتے ہیں؟

کیا آج لوگ بحر و بر میں خشکی و تری میں ہر مشکل گھڑی میں غیر اللہ کو پکارتے اور ان سے دعائیں مانگتے نظر نہیں آتے؟ کیا یہ دہائیاں یہ دعائیں یہ فریادیں یہ صدائیں عام نہیں سنی جاتیں کہ اے مولا علی! اے شیر خدا! میری کشتی پار لگا دینا۔ یا اے معین الدین چشتی!

لگا دے پار میری کشتی۔ شیخ عبدالقادر جیلانی سے دعا مانگتے ہوئے کہتے ہیں ''امداد کن امداد کن از رنج وغم آزاد کن در دین ودنیا شاد کن یا غوث اعظم دستگیر!''یعنی امداد کیجئے امداد کیجئے، رنج وغم سے آزاد کیجئے، دین ودنیا کو خوشحال کیجئے اے ہاتھ تھامنے والے سب سے بڑے فریاد رسا (استغفر الله) کیا یہ اور اس قسم کی بے شمار دعائیں، عام نہیں؟

کاش! کوئی ہمیں اس بات سے آگاہ کردے کہ ہمارے نزدیک یہ اور یہ ''حدود'' ہیں کہ جن کی وجہ سے ہمارے عقیدہ میں غیر اللہ میں ان ''صفات'' کا ''لامحدود'' نہ ماننا واضح ہوتا ہے اور ان ''صفات'' کے ''لامحدود'' ہونے کی نفی ثابت ہوتی ہے۔

الغرض! ''حدود'' کے اثبات اور غیر میں ان صفات کے ''لامحدود'' ہونے کی نفی ہی ''شرک'' سے بچانے کے لئے کافی نہیں کہ محدود صفات کے اقرار کے باوجود بھی قرآن مجید میں مشرکینِ عرب کو ''شرک'' کرنے والے ہی بتلایا گیا اور انہیں مشرک قرار دیا گیا۔

چونکہ حدود کی یہ تعیین ان کی خود ساختہ تھی اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں تھی نہ قرآن مجید سے پہلے کسی کتاب میں نہ ہی انبیا علیہم السلام اور ان کے اصحاب میں سے کسی کے آثار میں ان صفات کا نیز ان کی حدود کا کوئی ثبوت تھا اور نہ ہے۔

قرآن مجید میں کتنے ہی انبیائے کرام علیہم السلام کی دعائیں بیان ہوئیں، ذخیرہ احادیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعاؤں کا تذکرہ موجود ہے لیکن الحمد للہ ایسی کوئی بات ان میں موجود نہیں۔

3 معبود و مسجود ماننا: شرک لازمی آنے کے لئے فریقِ ثانی کے ہاں ایک لازمی شرط یہ سامنے آئی کہ ''شرک تب لازم آئے گا جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کو واجب الوجود معبود و مسجود ماننا لازم آئے۔''

واجب الوجود سے متعلق تو ہم اپنی معروضات دلائل کے ساتھ عرض کر چکے ہیں۔ اب رہی یہ شرط کہ ''معبود و مسجود'' ماننا بھی لازم آتا ہو تو اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ شرک سے متعلق دیگر شرائط کی طرح فریقِ ثانی کی یہ شرط بھی قرآن وسنت کی روشنی میں سراسر باطل اور لغو ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـِٕهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴾ [1]

''یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں ڈالتے ہیں کہ وہ تم سے بحث و جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔''

فریقِ ثانی کے ''معروف مفسر'' نعیم الدین مراد آبادی صاحب نے اس آیت کے حاشیہ میں لکھا ہے: ''کیونکہ دین میں حکم الٰہی کو چھوڑنا اور دوسرے حکم کا ماننا اللہ کے سوا اور کو حاکم قرار دینا شرک ہے۔'' [2]

دیکھئے اس آیت میں اللہ کے حکم کو چھوڑ کر دوسروں کے حکم کے ماننے کو شرک قرار دیا گیا ہے جیسا کہ فریقِ ثانی کے حاشیہ سے بھی واضح ہوتا ہے حالانکہ اس سے ''مسجود'' ماننا تو لازم نہیں آتا۔ اس آیت سے نیز فریقِ ثانی کی اپنی وضاحت سے ان کی یہ تیسری شرط بھی باطل ٹھہرتی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے چوتھی مثال جس میں ان کے معتبر علما کی تحریر سے واضح ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنے علما اور پیروں کی عبادت کے بزعم خود منکر تھے ''معبود و مسجود'' ماننے کا لازم آنا تو رہنے ہی دیجئے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا کہ ''انہوں نے اپنے علما اور پیروں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا'' کیا فریقِ ثانی کے نزدیک رب بنانا بھی شرک نہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ کرتے چلیں جو عام طور پر شرک کے مباحث کے دوران میں سامنے آتی ہے اور بہت سے لوگ ان غلط فہمیوں کا شکار ہو کر دور کی گمراہیوں میں جا پڑتے ہیں۔

① غلط فہمی: اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفات میں سے کوئی صفت غیر اللہ میں تسلیم کرنا شرک ہے تو پھر بہت سی ایسی صفات غیر اللہ میں بھی پائی جاتی ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

[1] ٦/ الانعام: ١٢١۔

[2] خزائن العرفان حاشیہ سورۃ الانعام آیت: ١٢١۔

﴿ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ﴾ [1]

''اور بے شک اللہ سمیع وبصیر ہے۔''

اور یہی بات انسانوں سے متعلق بھی فرمائی کہ

﴿ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴾ [2]

''اور ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا۔''

یعنی سننا اور دیکھنا اللہ کی بھی صفت ہے اور بندوں کی بھی تو کیا یہ شرک ہے؟

ازالہ: یہ قطعاً شرک نہیں ہے اور اس کی کئی وجوہات ہیں:

اولاً: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ﴾ [3]

''(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں کہ تمہارے رب نے تم پر کیا حرام کیا ہے۔ (یہ کہ) تم اللہ کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو۔''

اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ﴾ [4]

''(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ یقیناً میرے پروردگار نے کھلی اور پوشیدہ بے حیائی کو اور گناہ اور ناحق زیادتی کو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کو جس کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی حرام کیا ہے۔''

معلوم ہوا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ''شرک'' کو حرام قرار دیا ہے اور اس کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ غیر کے سمیع وبصیر ہونے کی دلیل اللہ نے قرآن مجید میں نازل کی ہے۔ سورۂ دہر کے علاوہ بھی آیات موجود ہیں تو یہ ''شرک'' نہیں ہوسکتا کیونکہ شرک کی کوئی دلیل

---

[1] ۲۲/ الحج: ٦١۔ [2] ٧٦/ الدهر: ٢۔

[3] ٦/ الانعام: ١٥١۔ [4] ٧/ الاعراف: ٣٣۔

اللہ نے نازل نہیں فرمائی۔

ثانیاً: اگر یہ شرک ہوتا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ انسان کو یہ صفت ہی عطا نہ فرماتا کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ شرک کو حرام فرمائے۔ اس پر سخت عذاب کی وعید سنائے، نا قابل معافی جرم قرار دے اور دوسری طرف انسان کی تخلیق ایسے فرمائے کہ ''شرک'' کا نہ ہونا محال ہو جائے۔ کلا وفلا ہر گز نہیں کوئی ایمان والا تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

ثالثاً: یہ کہ اللہ اور انسان ہر دو کے سمیع وبصیر ہونے کی صفات ایسی ہیں جو موصوف کے لائق اور شایانِ شان ہیں۔ خالق ومخلوق کی یہ صفات یکساں ومشابہ نہیں ہیں۔ اللہ تو دل کی دھڑکنوں کو بھی سنتا ہے خفیہ آواز کو بھی سنتا ہے جبکہ انسان کی صفات محدود ہیں۔

رابعاً: فریقِ ثانی کے علامہ احمد سعید کاظمی صاحب لکھتے ہیں:

''ان صفات سے شرک لازم نہیں آتا جو اللہ تعالیٰ نے کسی کو بخشی ہیں'' [1]

تو سمیع وبصیر ہونے کی ''صفات'' بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بخشی ہوئی ہیں لہٰذا شرک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس بات سے تو ثابت ہوتا ہے کہ محدود اور عطائی مان لینے سے شرک لازم نہیں آتا۔

تو عرض ہے کہ جس قدر محدود مانا جا رہا ہے اس کی دلیل ہو نیز جس چیز کو عطائی مانا جا رہا ہے اس کے عطاء کی بھی دلیل ہو تو اسے شرک کون کہتا ہے؟ لیکن اپنی طرف سے بہت بڑی حدود بنا کر نیز اپنی طرف سے بہت سی ''صفات'' سے کسی کو متصف ٹھہرا کر ان صفات کو عطائی کہا جائے اور پھر معاملہ یہاں تک آ پہنچے کہ انہیں وہ حقوق دے دیئے جائیں جو اللہ کے حقوق ہیں اور ان کے ساتھ وہ معاملہ اختیار کیا جائے جو اللہ کی عبادت وبندگی سے متعلق ہے تو پھر شرک ہوگا، نیز ایسے ہی معاملات کو اہل اسلام شرک قرار دیتے رہے اور شرک قرار دیتے ہیں، اس کی صرف ایک مثال عرض کیے دیتے ہیں:

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا))

---

[1] توحید اور شرک ص ۵۔

''بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ بندے صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں۔'' [1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادت و بندگی بلاشرکت غیرے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے۔

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ)) ثُمَّ قَرَأَ ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ﴾

''دعا ہی عبادت ہے پھر آپ نے (یہ آیت) تلاوت فرمائی: اور تمہارے رب نے حکم دیا کہ مجھ سے دعا مانگو میں تمھاری دعا قبول کروں گا بے شک جو لوگ میری عبادت سے سرکشی اختیار کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔'' [2]

اس آیت کی تفسیر میں نعیم الدین مرادآبادی صاحب لکھتے ہیں:

آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ دعا سے مراد عبادت ہے اور قرآن کریم میں دعا بمعنی عبادت بہت جگہ وارد ہے حدیث شریف میں ہے ''اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ'' [3]

ان کے مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی میری عبادت کرو میں قبول کروں گا، جیسا کہ اگلی آیت سے معلوم ہو رہا ہے یا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ [4]

پیر کرم شاہ الازہری صاحب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس سے ''ادعونی استجب لکم'' کی یہ تفسیر منقول ہے۔ اعبدونی اثیبکم :تم میری عبادت کرو میں تمہیں اس کا ثواب اور اجر عطا کروں گا۔ یہ قول ضحاک، مجاہد اور مفسرین کی ایک جماعت سے مروی ہے۔ دیگر علما نے اس کا مفہوم یہ بیان فرمایا ہے:

[1] صحیح البخاری: کتاب الجهاد، السیر، باب اسم الفرس والحمار، رقم: ۲۸۵۶۔

[2] ٤٠/ مومن: ٦٠، سنن ترمذی: ۳۳۷۲، وسندہ صحیح۔

[3] ابوداود و ترمذی، خزائن العرفان۔ [4] نور العرفان۔

سئلونی اعطکم: یعنی تم مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا (معانی) حقیقت میں یہ دونوں تفسیریں ہم معنی ہیں۔ ان میں اصلاً کوئی تفاوت نہیں۔ دعا عبادت کی روح اور اس کا مغز ہے۔ کیونکہ انتہا درجہ کی عاجزی اور نیاز مندی کو عبادت کہتے ہیں اور اس کا ظہور صحیح معنوں میں اسی وقت ہوتا ہے جب انسان مصائب میں گھرا ہو، دوست چھوڑ گئے ہوں، ہر تدبیر نا کام ہو چکی ہو، حالات کی سنگینی نے اس کی قوت و طاقت کو ریزہ ریزہ کر ڈالا ہو۔ جب ہر طرف سے امیدیں منقطع کر کے اپنے رب کریم کے درِ اقدس پر آ کر وہ سرِ نیاز جھکا دے۔ اس کی زبان گنگ ہو، دل دردمند کی داستان اشک بار آنکھیں سنا رہی ہوں اور اس کو یقین ہو کہ وہ اس قادرِ مطلق کے سامنے اپنا قصۂ غم پیش کر رہا ہے اور اپنی مشکل کو بیان کر رہا ہے، جس کے سامنے کوئی مشکل مشکل ہی نہیں۔ نیز اسے یہ پختہ اعتماد ہو کہ یہاں سے کوئی بھی سائل خالی نہیں گیا۔ میں کبھی خالی اور محروم نہیں لوٹایا جاؤں گا۔ جو عجز و نیاز، جو غایت تذلل جو خضوع و خشوع اس وقت ظہور پذیر ہوتا ہے اس کی مثال کہاں ملے گی۔ اسی لیے تو رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا: ((الدعاء مُخ العبادة)) [1]

ان کے علامہ غلام رسول سعیدی صاحب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ آیا اس سے مراد دعا ہے یا اس آیت میں دعا سے مراد عبادت ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں دعا سے مراد عبادت ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [2] کی تفسیر میں فرمایا: "ہر عبادت دعا میں منحصر ہے" اور آپ نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ) "بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت سے دوزخ میں داخل ہوں گے۔" (سنن ترمذی، رقم:٢٩٦٩؛ ابوداود، رقم:١٤٧٣؛ سنن ابن ماجه رقم: ٣٨٢٨؛ مسند احمد......رقم:١٨٣٥٢؛ المعجم الاوسط رقم:٣٩٥١؛ كتاب الدعاء للطبرانی رقم:٤؛ المعجم الصغير رقم:١٠٤١؛ المستدرك، ج١، ص:٤٩١؛ حلية الاولياء، ج٨، ص:١٢٠۔)

---

[1] ضیاء القرآن، ج٤، ص:٣١٤۔ [2] ٤٠/ المؤمن:٦٠۔

میں کہتا ہوں کہ اگر دعا سے اس کا معروف معنی مراد لیا جائے تو وہ بھی درست ہے اور اس حدیث کے منافی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا بھی اس کی عبادت کرنا ہے۔ [1]

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ دعا عبادت ہے۔ نیز فریقِ ثانی کے مفسرین حضرات کے تفسیری اقتباسات سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ دعا صرف عبادت ہی نہیں بلکہ ''عبادت کی روح اور اس کا مغز ہے'' اور یہ کہ ''انتہا درجہ کی عاجزی اور نیاز مندی کو عبادت کہتے ہیں''، جس کی ایک واضح ترین شکل دعا بھی ہے کہ اس میں عجز و نیاز، غایت تذلل اور خشوع و خضوع ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اللہ نے حکم دیا کہ مجھ سے دعا مانگو۔ لیکن آج کتنے ہی لوگ ہیں جو غیر اللہ سے دعائیں طلب کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مقرب بندے ہماری دعائیں سنتے ہیں، ہمارے حال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اسے قبول بھی کر سکتے ہیں، اگر اُن کی اس قسم کی دعاؤں کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

المختصر کہ جب وہ غیر اللہ سے دعا طلب کرتے ہیں تو ان کی عبادت ہی کر رہے ہوتے ہیں چونکہ دعا عبادت ہی ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ اللہ کا یہ حق دوسروں کو دینا اور اس طرح ان کی عبادت کرنا یقیناً شرک ہے۔ خواہ ان مقرب بندوں میں دعاؤں کے سننے اور انہیں قبول کرنے کی صفت کو محدود یا عطائی ہی مانا جائے یہ تب بھی ''شرک'' ہی رہے گا چونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں، کوئی منزل من اللہ سلطان و برہان نہیں اور ان حدود اور اس عطا کی کوئی دلیل نہیں سو ''عبادت'' ہونے کی وجہ سے غیر اللہ کے حضور میں اس عمل کا بجالانا ''شرک'' ہے۔

الحمدللہ! اس ایک مثال سے اس سلسلے میں پیش کی جانے والی بعض دیگر غلط فہمیوں کو بھی با آسانی دور کیا جا سکتا ہے اور ان کا بھی ازالہ کیا جا سکتا ہے۔ (ان شاء اللہ)

اب آتے ہیں زیرِ بحث موضوع کی طرف کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں محمد رسول اللہ ﷺ کی امت سے شرک کا صدور ممکن ہے آیا یہ امت بھی شرک میں مبتلا ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور بعض لوگوں کا یہ کہنا درست ہے یا نہیں کہ امتِ مصطفیٰ ﷺ میں شرک کا کوئی خطرہ

[1] تبیان القرآن، ج ۱۰، ص: ۳۹۵۔

نہیں وہ شرک سے بالکل محفوظ ہے۔اس سلسلے میں ان کے پیش کردہ دلائل کیا ہیں اور ان دلائل کی اصل حقیقت کیا ہے؟

قرآن مجید اور امتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرک

پہلے ہم قرآن مجید سے چند دلائل اس بات کے ثبوت میں پیش کریں گے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایمان کا اقرار کرنے والا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بھی شرک میں مبتلا ہو سکتا ہے اور یہ ناممکن نہیں ہے۔

پہلی قرآنی دلیل: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيٰطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴾ [1]

''اور اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ کھانا گناہ ہے اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں ڈالتے ہیں کہ وہ تم سے جدال (بحث و جھگڑا) کریں اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ گے۔''

اس آیت کی تفسیر میں امام ابوبکر المعروف ابن العربی لکھتے ہیں:

"إِنَّمَا يَكُونُ الْمُؤْمِنُ بِطَاعَةِ الْمُشْرِكِ مُشْرِكًا إِذَا أَطَاعَهُ فِي اعْتِقَادِهِ الَّذِي هُوَ مَحَلُّ الْكُفْرِ وَالْإِيمَانِ فَإِذَا أَطَاعَهُ فِي الْفِعْلِ وَعَقْدُهُ سَلِيمٌ مُسْتَمِرٌّ عَلَى التَّوْحِيدِ وَالتَّصْدِيقِ فَهُوَ عَاصٍ فَافْهَمُوهُ ذٰلِكَ فِي كُلِّ مَوْضِعٍ" [2]

''مؤمن آدمی جب مشرک کی اطاعت اس کے عقیدے میں کرتا ہے جو کفر و ایمان کا محل ہے تو وہ مشرک ہو جاتا ہے اور جب وہ مشرک کی اطاعت فعل میں کرتا ہے اور اس کا عقیدہ توحید و ایمان پر سالم و قائم رہتا ہے تو وہ عاصی اور نافرمان ہے یہ بات ہر مقام پر سمجھ لو۔''

نوٹ: اگر شرکیہ افعال میں مشرک کی اطاعت کرے گا تو یہ بھی شرک ہوگا۔

---

[1] ٦/ الانعام: ١٢١۔ [2] احکام القرآن، ج ٢، ص: ٧٥٢۔

فریقِ ثانی کے معروف مفسر مولوی نعیم الدین مراد آبادی صاحب نے اس آیت کے حاشیہ میں لکھا ہے: ''کیونکہ دین میں حکمِ الٰہی کو چھوڑنا اور دوسرے کے حکم کو ماننا اللہ کے سوا اور کو حاکم قرار دینا شرک ہے۔'' [1]

اور فریقِ ثانی کے پیر محمد کرم شاہ الازہری صاحب نے لکھا ہے کہ

''اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال یقین کرتا ہے وہ ''مشرک'' ہو جاتا ہے، فَدَلَّتِ الآيَةُ عَلٰى أَنَّ مَنِ اسْتَحَلَّ شَيْئًا مِمَّا حَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى صَارَ بِهِ مُشْرِكًا (قرطبی)'' [2]

نیز ان کے ''حکیم الامت'' مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں۔

﴿وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ﴾ اس میں خطاب مسلمانوں سے ہے کہ اگر تم نے کفار کی یہ بات مان لی اور ذبیحہ و مردار جانور میں فرق نہ کیا تو تم بھی انہیں کی طرح مشرک و کافر ہو گے کیونکہ اسلام کے ایک عقیدہ قطعیہ کا انکار کفر ہے۔ [3]

ان کے علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری صاحب صدر جمعیت العلما پاکستان لاہور اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اگر تم ان کا کہا مانو اور مردار جو حرام ہے اسے حلال کر لو تو اُس وقت تم مشرک ہو۔ اس لیے کہ جو خدا عز و جل کے حکم کے خلاف کی اتباع کرے اور اپنے دین کی پیروی نہ کرے تو وہ بھی مشرک ہے اور تدین (دینداری) کا حق یہ ہے کہ وہ جانور نہ کھائے۔'' [4]

مزید لکھتے ہیں:

''شرک یہی نہیں ہے کہ غیر خدا کو پوجے بلکہ حکم الٰہی عز و جل کو چھوڑ کر غیر خدا عز و جل کا حکم ماننا اللہ عز و جل کے سوا کسی غیر کو حاکم حقیقی جاننا بھی شرک ہے۔'' [5]

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو مخاطب فرمایا اور انہیں ایسا کھانا کھانے سے منع فرمایا جس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو یا اللہ کے ساتھ کسی اور کا بھی

---

[1] خزائن العرفان ص ۲۳۱۔ [2] ضیاء القرآن ج۱ ص ۵۹۷، حاشیہ نمبر ۱۵۳۔

[3] تفسیر نعیمی، ج ۸ ص ٦٤۔ [4] تفسیر الحسنات، ج ۲، ص:۳۹۹۔

[5] حوالہ بالا، ص:۴۰۰۔

نام لیا گیا ہو اور یہ بھی فرمایا کہ شیطان کے ساتھی تم سے بحث و مباحثہ اور جھگڑا کریں گے، ان کی پوری کوشش ہوگی کہ تمھیں ایسا حرام کھانا کھلا دیں۔ تو فرمایا اگر تم نے ان کی بات مان لی ایسا کھانا کھالیا تو تم بھی ''مشرک'' ہو جاؤ گے۔

یہاں صرف ان کی بات ماننے سے ہی قرآن مجید سے ''مشرک'' ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔ نہ معبود و مسجود ماننے کی شرط ہے نہ ہی ازلی، ابدی، قدیمی، ذاتی لامحدود وغیرہ کی۔ اب بھی غیر مسلم اور بہت سے علم نہ رکھنے والے مسلمان غیر اللہ کے نام کا کھانا کھاتے کھلاتے ہیں اور نہ کھانے والوں کے ساتھ اصرار و حجت بازی بھی کرتے ہیں تو جو ان کی بات مانے گا وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرمان کے مطابق یقیناً ''مشرک'' ہے۔

اس آیت میں انھی لوگوں سے یہ خطاب ہے جو ایمان والے ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والے آپ کے امتی ہیں۔ اگر امت کا شرک میں مبتلا ہونا ناممکن ہوتا جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ یہ کیوں فرماتا کہ ﴿اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ﴾ اس صورت میں تم مشرک ہو جاؤ گے، اسلوبِ بیان بھی تاکیدی ہے۔ اس آیتِ مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کا یہ خیال وزعم درست نہیں بلکہ سراسر باطل وغلط ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق دے اور شیطان کے اس جھانسے سے نکالے۔ آمین۔

دوسری قرآنی دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝ ﴾ [1]

''اور تمہارے لئے چوپائے جانور حلال کئے گئے سوائے ان کے (جن کی حرمت) تمہارے سامنے پڑھ دی گئی، اوثان کی نجاست سے بچتے رہو اور بچو جھوٹی بات سے، اللہ کی توحید کو مانتے ہوئے یکسو ہو کر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوئے اور جس کسی نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو گویا وہ

[1] ۲۲/ الحج: ۳۰۔ ۳۱۔

آسمان سے گر پڑا پس اچک لیا اس کو کسی پرندے نے یا اسے ہوا نے کسی دور دراز مقام پر پھینک دیا ہو۔''

ان آیاتِ مبارکہ میں بھی اہلِ ایمان سے خطاب ہے، انہیں بتلایا گیا ہے کہ تم پر کیا حلال ہے اور کیا حرام؟ پھر انہیں جھوٹ اور اَوثان کی نجاست سے بچتے رہنے کا حکم دیا۔ اوثان وثن کی جمع ہے اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے خواہ وہ حجر و شجر ہو یا قبر ہو۔ جھوٹی بات سے بھی بچتے رہنے کا حکم دیا نیز فرمایا: ''ہر طرف سے اپنے رخ کو پھیر کر یکسوئی کے ساتھ اللہ کی طرف مائل ہوں۔''

﴿غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ﴾ ''اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوئے۔''

ایمان والوں کو اس بات کا حکم دینا کہ شرک سے بچتے ہوئے اللہ کی طرف مائل ہوں اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ بندہ ایمان لانے کے بعد بھی شرک میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اگر ایمان لانے کے بعد بندہ شرک کے خطرے سے یکسر محفوظ ہو جاتا تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے کہ ''شریک نہ ٹھہراتے ہوئے'' زندگی گزاریں اور جو کوئی شرک کی نجاست میں مبتلا ہو جائے، اس کے لئے آسمان سے گرنے کی مثال دی۔ اگر وہ آسمان سے گرے تو یا اُسے پرندے اچک لیں یا ہوا دور دراز مقام پر اسے پھینک دے گی اور اس کی ہڈیاں چکنا چور ہو جائیں گی اور وہ یقینی طور پر ہلاک ہو جائے گا۔ اسی طرح مشرک بھی آخرت میں ہلاکت و بربادی کے گڑھے میں جا گرے گا۔

تیسری قرآنی دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [1]

''اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسی سے ڈرتے رہو اور نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔''

اس آیت میں بھی ایمان والوں سے خطاب ہے انہیں رجوع الی اللہ، تقویٰ اور اقامت صلاۃ کا حکم دیا گیا اور ''مشرک'' بننے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر ایمان قبول کر لینے

[1] ۳۰/ الروم: ۳۱۔

کے بعد شرک کا صدور ناممکن ہوتا اور ایمان والا شرک کے خطرے سے محفوظ ہو جاتا تو یہ حکم کیا معنی رکھتا ہے کہ ''مشرک مت بنو''؟

چونکہ ایمان لانے کے بعد بھی بندہ شیطان کی چالوں میں پھنس کر شرک میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اسی لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو ہوشیار کیا کہ ''مشرک مت بنا'' لہٰذا یہ سمجھنا کہ ایمان لانے کے بعد کوئی شخص مشرک نہیں ہوسکتا سراسر باطل ہے۔

چوتھی قرآنی دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِذَا جَآءَكَ ٱلْمُؤْمِنَٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰٓ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِٱللَّهِ شَيْـًٔا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَٰدَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَٰنٍ يَفْتَرِينَهُۥ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِى مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَٱسْتَغْفِرْ لَهُنَّ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ [1]

''اے نبی (ﷺ)! جو مومنہ عورتیں آپ سے اس بات پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور چوری نہ کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنی طرف سے کوئی بہتان گھڑ لائیں گی اور نہ معروف میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو آپ اُن سے بیعت لے لیا کریں اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں، یقیناً اللہ بخشنے اور معاف کرنے والا اور بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''

اس آیتِ مبارکہ میں جہاں ان سے دیگر کبیرہ گناہوں سے دور رہنے کی بیعت لی گئی وہاں اس بات پر بھی بیعت لینے کا ذکر ہے کہ وہ ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کریں گی۔'' قرآن مجید نے انہیں ''المؤمنات'' قرار دیا اور پھر شرک نہ کرنے پر بیعت لینے کا حکم یہی ثابت کرتا ہے کہ ایمان والوں سے جس طرح دیگر کبیرہ گناہوں کا ارتکاب ممکن ہے، اسی طرح یہ بات بھی ممکن ہے کہ وہ ''شرک'' میں مبتلا ہو جائیں۔ أعاذنا الله منه .

[1] ٦٠/ الممتحنة: ١٢۔

پانچویں قرآنی دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴾ [1]

"بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اس کے علاوہ جس گناہ کو جس کے لئے چاہے بخش دے پس جو کوئی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے وہ بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔"

فریق ثانی کے حکم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"خیال رہے کہ اسلام میں شرک وکفر سخت سے سخت جرم ہے جو نا قابل معافی ہے۔" [2]

نیز لکھتے ہیں:

"یہاں بھی شرک سے مراد کفر ہی ہو جیسا کہ گزشتہ سے معلوم ہوا اور شرک میں ہر قسم کے کفر داخل ہیں اور ہو سکتا ہے کہ یہاں شرک سے مراد ظاہری معنی یعنی شرک ہی ہو۔"

نیز ان کے علامہ غلام رسول سعیدی صاحب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"زیر بحث آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شرک کے سوا ہر گناہ بخش دیا جائے گا خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اس پر توبہ کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو اور اس آیت میں معتزلہ اور خوارج کا صراحۃً رد ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے رب کے پاس سے آنے والے نے مجھے بشارت دی کہ میری امت میں سے جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے شرک نہ کیا ہو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔" میں نے کہا اگرچہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگرچہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو۔" (صحیح البخاری، رقم: ۱۲۳۷، صحیح مسلم، رقم: ۹۴؛ سنن ترمذی، رقم: ۲۷۸۲) اس کا معنی ہے جس شخص نے ایسا گناہ کیا جس کی مغفرت نہیں کی جائے گی اور وہ شرک ہے۔" [3]

---

[1] ٤/ النساء: ١١٦۔ [2] تفسیر نعیمی، ج ٥، ص: ١٤٩۔

[3] تبیان القرآن، ج ٢، ص: ٦٨٩۔

ان کے علامہ ابوالحسنات قادری صاحب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شرک وکفر پر مرگیا اس کی بخشش نہیں اس کے لیے ابدی عذاب ہے اور جس نے کفر نہ کیا ہو اگر چہ سیاہ کار ہو مرتکب کبائر بھی ہو اور بغیر توبہ بھی مر جائے تو اس کے لیے خلودِ عذاب نہیں اس کی مغفرت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے چاہے معاف فرمادے یا اس کی عصیان کاری کی سزا دے پھر اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرما دے۔'' [1]

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ نے اپنا قانون واضح فرمایا ہے کہ وہ اپنے ساتھ ''شرک'' کئے جانے کو معاف نہیں فرماتا۔قرآن وسنت کے دیگر دلائل سے یہ واضح ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب کوئی ''شرک'' کی حالت میں ہی توبہ کئے بغیر مر جائے تو اس کے لئے کوئی معافی نہیں ورنہ جو لوگ اپنی زندگی میں ہی توحید کا شعور حاصل کرلیں، اس پر ایمان لے آئیں اور اس پر ثابت قدم رہیں اور شرک سے توبہ کرلیں تو اللہ رب العالمین ان پر اپنا فضل وکرم فرما کر انہیں معاف کردے گا۔

اب غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس آیتِ مبارکہ میں ''شرک'' کے علاوہ دیگر تمام گناہوں کی بخشش ومغفرت اللہ کی مرضی ومنشا پر ممکن بتلائی گئی ہے۔مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو کسی بھی شخص کے شرک کے علاوہ دیگر صغیرہ کبیرہ گناہوں کو معاف فرما دے۔لیکن کیا بخشش ومغفرت کی یہ نوید ہر شخص کے لئے ہے اور عام ہے؟ وہ لوگ جو نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد آپ کی دعوتِ حق قبول نہ کر کے اُمتِ مصطفیٰ ﷺ میں شامل نہیں ہوئے یا آپ کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا تو کیا وہ بھی اس بخشش و مغفرت کے حقدار ہو سکتے ہیں؟ کیا یہ اعلان ان کے لئے بھی ہے؟ کیا وہ بھی اس حکم میں شامل ہیں؟

تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ الحمد للہ اہلِ اسلام اس سلسلے میں دو رائے کا شکار نہیں بلکہ قرآن وسنت پر ایمان رکھنے والے تمام اہلِ اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ کی

[1] تفسیر الحسنات، ج۱، ص:۷۰۴ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔

بعثت کے بعد جن لوگوں نے آپ ﷺ کی دعوتِ حق کو قبول نہیں کیا آپ کی اُمت میں شامل نہیں ہوئے وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے، بلکہ وہ جہنمی ہیں۔ آپ ﷺ پر ایمان لانا آپ کی رسالت کا دل سے اقرار دخولِ جنت کے لئے لازمی شرط ہے اور قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر آپ ﷺ پر ایمان اور اس کے اقرار کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی صراحتاً اس بات کا ذکر موجود ہے بطورِ مثال صرف ایک حدیث ہم پیش کئے دیتے ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ ﷺ بِيَدِهِ! لَا يَسْمَعُ بِيْ أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُوْدِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوْتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِيْ أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ)) [1]

''اس ذات کی قسم! جس کے (مبارک) ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، اس امت میں سے جو کوئی یہودی اور نصرانی میرے متعلق سن لے پھر وہ اس دین پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو وہ شخص جہنمی ہوگا۔''

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی اور عیسائی تو ویسے ہی حق کے انکار کی وجہ سے جنت سے محروم اور جہنم کے حقدار ہو چکے ہیں۔ اب اگر وہ شرک سے بچ بھی جائیں تو انکارِ رسالت کا جرم کوئی معمولی یا قابلِ معافی جرم نہیں ہے۔

اس اعتبار سے غور کریں تو معلوم ہوگا کہ شرک کے علاوہ دیگر گناہوں کی بخشش کا مژدہ نبی ﷺ کی امت کے لئے ہے۔ تو واضح ہوا کہ نبی ﷺ کا اُمتی بھی شرک کر سکتا ہے، اگر وہ شرک سے بچا رہے تو دیگر کبیرہ یا صغیرہ گناہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دے۔

الغرض کہ اس آیت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا اُمتی بھی شرک میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال و زعم قطعاً صحیح نہیں کہ آپ ﷺ کا اُمتی مشرک نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید کی آیات ان کے اس نظریئے کو باطل ثابت کرتی ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم:۱۵۳، دار السلام:۳۸۶۔

چھٹی قرآنی دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ﴾ [1]

''ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان رکھنے کے باوجود مشرک ہی ہیں۔''

اس آیت سے پتا چلتا ہے کہ لوگ اللہ پر ایمان لانے کے باوجود مشرک ہو سکتے ہیں جیسا کہ گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ مشرکین اس بات کے قائل تھے کہ زمین و آسمان اور اس میں جو کچھ بھی ہے ان سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس پر پوری ملکیت اختیار و اقتدار اللہ ہی کے لئے ہے حتیٰ کہ ان کے معبودوں کے اختیارات بھی اللہ ہی کے عطا کردہ ہیں۔

لیکن اس کے باوجود بھی وہ ان کی عبادت کرتے ، ان سے دعائیں مانگتے ، فریاد کرتے ، ان کے نام پر قربانیاں دیتے ، نذرانے چڑھاتے ، انہیں اپنا مشکل کشا، حاجت روا سمجھتے اور آج بھی کتنے ہی لوگ ایمان لانے کے باوجود اس ظلم کا شکار ہیں اور ساتھ ہی بعض مولوی انہیں یہ یقین دلائے ہوئے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد نبی ﷺ کا امتی مشرک نہیں ہوسکتا، شرک سے بالکل محفوظ رہتا ہے۔ بس یہ سب کچھ کئے جاؤ لیکن اللہ تعالیٰ واضح فرما چکا ہے کہ اکثر لوگ اللہ پر ایمان لانے کے باوجود مشرک ہوئے ہیں لہٰذا ایمان لانے کے بعد بھی شرک کا صدور ممکن ہے۔

فریقِ ثانی کے پیر کرم شاہ الازہری صاحب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یا اس آیت میں مشرکین کی اس حالت کی طرف اشارہ ہے کہ جب وہ مصائب میں گھر جاتے تھے، تو اللہ تعالیٰ کے آگے ہاتھ پھیلاتے تھے اور جب مصیبتیں ٹل جاتی تھیں تو پھر اس کا انکار کرتے تھے، یا اس سے مراد ریا کار ہیں جو عبادت تو اللہ تعالیٰ کی کرتے ہیں لیکن دل میں یہ خیال ہوتا ہے کہ فلاں مجھے اچھا سمجھے۔ یہ بھی ایمان اور شرک کو یکجا کرنے کی ایک صورت ہے اور اہل حق نے تو یہاں تک فرمایا کہ اگر اسباب ظاہری کی طرف مائل ہو اور مسبب حقیقی کی طرف سے نگاہ ہٹ گئی تو یہ بھی شرک ہوا۔'' [2]

[1] ۱۲/ یوسف: ۱۰۶۔ [2] ضیاء القرآن، ج ۲، ص: ۴۶۲۔

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ ازہری صاحب بھی اس بات کے معترف تھے کہ ''ایمان اور شرک کو یکجا کرنے کی کچھ صورتیں ہیں۔'' گو ایسی صورت میں ایمان فائدہ نہیں دے گا لیکن یہ بات بہر حال نہیں کہہ جا سکتی کہ ''ایمان لانے کے بعد امت میں شمولیت کے بعد کوئی امتی شرک میں مبتلا نہیں ہو سکتا، اُسے شرک کا خطرہ نہیں۔'' وھو المطلوب۔

فریقِ ثانی کے شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی صاحب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ایمان لانے کے باوجود شرک کرنے والوں کے مصادیق

حسن مجاہد، عامر اور شعبی نے کہا: یہ آیت اُن لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو یہ مانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کا اور تمام کائنات کا خالق ہے، اس کے باوجود وہ بتوں کی پرستش کرتے تھے...... حسن نے یہ بھی کہا ہے کہ اس سے مراد اہل کتاب ہیں، وہ اللہ پر ایمان بھی لاتے ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں، عیسائی حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں اور یہود عزیز کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں اور یہ شرک ہے...... حسن سے یہ روایت بھی ہے کہ یہ آیت ان مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے جو کسی مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں اور انہیں نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور جب اللہ ان کو اس مصیبت سے نجات دیتا ہے تو پھر وہ شرک کرنے لگتے ہیں...... (ترجمہ) ''آپ پوچھئے کہ تمہیں سمندروں اور خشکی کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے؟ جس کو تم عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارتے ہو۔ اگر وہ ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دے تو تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے، آپ کہیے کہ تمہیں اس مصیبت سے اور ہر سختی سے اللہ ہی نجات دیتا ہے پھر (بھی) تم شرک کرتے ہو!'' [1]

اور بعض لوگ وہ جو اللہ پر ایمان رکھنے کے باوجود نعمتوں کا اسناد اسباب کی طرف کرتے ہیں، مسبب الاسباب کی طرف نہیں کرتے مثلاً کسی بیماری سے شفا ہو جائے تو کہتا ہے فلاں دوا سے یا فلاں ڈاکٹر کے علاج سے وہ شفایاب ہو گیا ہے۔ یہ نہیں کہتا کہ اسے اللہ

[1] ٦/ الانعام:٦٣_٦٤_

نے شفادی ہے! [1]

سعیدی صاحب کی تفسیر میں بھی یہ بات واضح طور پر پائی جاتی ہے کہ ایمان لانے کے بعد بھی لوگ شرک میں مبتلا ہو سکتے ہیں:

ساتویں قرآنی دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۞ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۞ ﴾ [2]

''پس فریقین میں سے کون امن کا زیادہ حقدار ہے (موحد یا مشرک) اگر تم جانتے ہو؟ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ نہیں ملایا، ایسے ہی لوگوں کے لئے امن ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

اس آیتِ مبارکہ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ وہ فریق یا گروہ دنیا و آخرت میں امن کا زیادہ حقدار ہے جو اپنے ایمان میں ظلم کی آمیزش نہ کرے، اس آیت میں ''ظلم'' سے کیا مراد ہے؟ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَمَّا نَزَلَتْ ﴿الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ شَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ؟ قَالَ: ((لَيْسَ ذٰلِكَ إِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ، أَلَمْ تَسْمَعُوْا مَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ ﴿يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ، اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾))

''جب یہ آیت ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ نازل ہوئی تو یہ بات اہلِ اسلام پر بڑی ہی گراں گزری وہ بہت ہی پریشان ہوئے (کہ کون ایسا ہوگا جس نے ایمان لانے کے بعد ظلم نہ کیا ہو تو کیا ہمارے لئے امن نہیں یا ہم ہدایت یافتہ نہیں؟) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے کون

[1] تبیان القرآن، ج ۵، ص: ۸۷۶-۸۷۷۔ [2] ٦/ الانعام: ۸۱، ۸۲۔

ایسا ہوگا جس نے اپنی جان پر ظلم نہ کیا ہو؟ تو رسول اللہ ﷺ نے سمجھایا کہ اس سے مراد (عام) ظلم نہیں، اس سے مراد تو شرک ہے۔ کیا تم لوگوں نے یہ نہیں سنا کہ جب لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہے تھے تو فرمایا: ''اے میرے پیارے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے۔'' [1]

معلم کتاب وحکمت اولین مفسر قرآن سید عالم ﷺ کی اس وضاحت کے بعد اس آیت کا مفہوم کچھ اس طرح واضح ہوتا ہے کہ ''جو لوگ ایمان لائے اور ایمان لانے کے بعد اپنے ایمان میں شرک کی آمیزش نہیں کی تو وہ لوگ دنیا وآخرت میں امن ونجات کے حقدار ہوں گے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

فریق ثانی کے ''حکیم الامت'' مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب نے اسی آیت کی تفسیر میں لکھا:

''ظلم سے مراد شرک ہے اس کی تفسیر وہ آیت کریمہ ہے ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ [2] خیال رہے کہ یہاں ظلم کی تنوین بیانِ عظمت کے لیے ہے اور ظلم سے مراد ظلم عظیم یعنی بڑا ہی ظلم ہے۔ جس کی معافی نہ ہو سکے وہ کفر وشرک ہی ہے......یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کو خالق ومالک مانیں پھر اس عقیدے میں کفر وشرک کی آمیزش بھی نہ کریں تو ان کی جزا یہ ہے کہ ﴿أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾ [3]

نیز آگے چل کر لکھا:

''(سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا) اگر تم میں کچھ علم وعقل وشعور ہو تو سوچ لو کہ بندے وفادار امن کے حقدار ہیں یا بے وفا غدار لوگ؟ اس سوال کا جواب ان لوگوں سے نہ بن پڑا۔ تو آپ نے خود فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کو مانیں اس کی الوہیت کا اقرار کریں اور اس اقرار کے ساتھ شرکیہ کفریہ عقیدہ کو مخلوط نہ کریں یقینی بات ہے کہ وہ ہی لوگ آخرت میں امن وامان

---

[1] صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول الله تعالیٰ ﴿ولقد آتينا لقمان الحكمة﴾ رقم: ٣٤٢٩۔ [2] ٣١/ لقمان: ١٣۔ [3] تفسیر نعیمی، ج ٧ ص ٥٧٩۔

میں ہوں گے اور دنیا میں ہدایت پر یا دنیا و آخرت میں عذاب الٰہی سے امن اور اچھائیوں کی ہدایت ان ہی کے لیے ہے۔" [1]

اسی طرح ان کے "علامہ" غلام رسول سعیدی صاحب حدیث بالا کی شرح میں رقمطراز ہیں:

"صحابہ کرام پر یہ آیت شاق گزری، نبی ﷺ نے ان کو بتلایا کہ یہاں ظلم اپنے اطلاق عموم پر محمول نہیں ہے بلکہ اس سے مراد مقید ہے یعنی شرک کیونکہ ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو غیر محل میں رکھنا اور سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ عبادت کو غیر محل میں رکھا جائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کی جائے۔ [2]

اسی طرح سعیدی صاحب نے اپنی تفسیر تبیان القرآن میں لکھا:

"اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے، کیونکہ ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو اس کے مقام پر نہ رکھنا اور جو شخص غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے، وہ عبادت کو اس محل میں نہیں رکھتا اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔" (سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث نقل کی) [3]

پیر کرم شاہ الازہری صاحب نے بھی اس آیت کی تفسیر اسی طرح بیان کرتے ہوئے لکھا:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت پریشان ہوئے...... تو حضور ﷺ نے کہا: "ظلم سے مراد گناہ نہیں بلکہ شرک ہے۔" [4]

نیز ان کے فقیہ اعظم ہند مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب سورۂ انعام کی یہ آیت نازل ہوئی...... اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم میں کون ایسا ہے جس نے کوئی ظلم نہ کیا ہو تو حضور ﷺ نے فرمایا: "یہاں ظلم سے مراد اس کی اعلیٰ قسم شرک ہے کیا تم نے لقمان کا یہ قول نہیں سنا...... بے شک شرک ظلم عظیم ہے۔" [5]

---

[1] حوالہ بالا ص ۵۸۰۔ [2] شرح صحیح مسلم، ج۱ ص۵۸۷۔

[3] تبیان القرآن، ج۳، ص:۵۶۹۔

[4] ضیاء القران، ج۱، ص:۵۷۷۔

[5] نزهة القاری شرح صحیح البخاری، ج۱، ص:۳۴۷۔

نیز لکھتے ہیں:

''ایمان کے ساتھ کفر وشرک کی آمیزش سے مراد یہ ہے کہ وہ منافق نہیں کہ ظاہر میں ایمان کا اقرار اور اندر کافر ہے یا مراد یہ ہے کہ وہ ایمان کا مدّعی ہے اور اپنے کو مؤمن مخلص یقین کیے ہوئے ہے، مگر اُس کا صدور ہو گیا اور وہ اپنی جہالت کی وجہ سے کفر کو کفر نہیں جانتا۔'' [1] مطلب واضح ہے کہ ان کے فقیہ اعظم ہند نے بھی اس بات کو تسلیم فرمایا کہ ایمان کے ساتھ کفر وشرک کی آمیزش ممکن ہے۔

ان کے علامہ ابوالحسنات قادری صاحب صدر مرکزی جمعیت العلما پاکستان لاہور اس آیت کا ترجمہ وتفسیر میں لکھتے ہیں:

ترجمہ: ''وہ جو ایمان لائے اور نہ ملایا اپنے ایمان کو ظلم یعنی شرک سے انہیں کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔'' یعنی وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انہیں کے لیے امن ہے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ شان نزول: ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی...... حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یہاں ظلم سے مراد گناہ نہیں بلکہ شرک ہے۔'' [2]

آیتِ بالا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بعض لوگ ایمان لانے کے بعد بھی شرک میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ بریلوی مفسرین حضرات کی تفاسیر سے بھی یہی بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شرک کا خطرہ نہ ہوتا جیسا کہ بہت سے لوگوں کا باطل زعم ہے تو پھر یہ آیت کیا معنی رکھتی ہے؟ الغرض! قرآن مجید کی مذکورہ بالا تمام آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امتِ مسلمہ میں بھی شرک کا خطرہ موجود ہے۔ وہ بھی شرک میں مبتلا ہو سکتے ہیں جیسا کہ گزشتہ امتیں شرک میں مبتلا ہوئی تھیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمام اہلِ ایمان کو اپنی ذات وصفات میں شرک سے بچائے اور توحید پر ثابت قدم رکھے۔ آمین۔

اس سلسلے میں احادیث بھی بکثرت مروی ہیں لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے

---

[1] نزھة القاری، ج١، ص:٣٤٨۔ [2] (قرطبی) تفسیر الحسنات، ج٢، ص:٣٤٩۔

فریق ثانی کے دلائل کا جائزہ لیا جائے کہ وہ کس بنیاد پر اس عقیدے کی عمارت کھڑی کئے ہوئے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ کا امتی مشرک نہیں ہوسکتا۔''

ہماری ناقص معلومات کے مطابق یہ حضرات اس سلسلے میں قرآن مجید کی کوئی آیت پیش نہیں کرتے ۔ البتہ احادیث میں سے چند ایک احادیث بیان کرکے غلط مفہوم پیش کرتے ہیں۔ اگرچہ حدیث سے بھی ان کا یہ عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ ان کا اس سلسلہ میں حدیث پیش کرنا بھی ان کے اپنے اصول کے خلاف ہے۔

☆ عقائد کے متعلق فریقِ ثانی کا اصول

ان کی دلیل سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ فریقِ ثانی کے نزدیک ''عقیدہ'' پر دلیل کس طرح قائم ہوتی ہے۔ ان کے ''مجدد الملت'' احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

''اور اصول میں مبرہن ہو چکا کہ آیات قطعیہ کے خلاف کوئی حدیث احاد بھی مسلّم نہیں ہوسکتی اگرچہ سنداً صحیح ہو تو مخالف قرآن عظیم کے خلاف پر جو دلیل پیش کرے اس پر چار باتوں کا لحاظ لازم: اول وہ آیت قطعی الدلالۃ یا ایسی ہی حدیث متواتر ہو...'' [1]

خان صاحب نے ایک اور مقام پر اپنا اصول یوں بیان کیا ہے:

''اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گی، بے دلیل شرعی تخصیص و تاویل کی اجازت نہیں، ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے، نہ احادیث احاد اگرچہ کیسے ہی اعلیٰ درجے کی ہوں عمومِ قرآن کی تخصیص کرسکیں بلکہ اس کے حضور مضمحل ہو جائیں گی، بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے۔'' [2]

مزید لکھتے ہیں: ''کہ عموم آیاتِ قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد محض غلط ہے۔'' [3]

---

[1] ازاحۃ العیب بسیف الغیب بحوالہ فتاویٰ رضویہ ج۲۹ ص ۵۱۳۔

[2] انباء المصطفیٰ ص ۲۶ ، فتاویٰ رضویہ ۲۹/ ۴۸۸۔

[3] انباء المصطفیٰ ص ۲۷ ، فتاویٰ رضویہ ۲۹/ ۴۸۹۔

''احاد'' احد کی جمع ہے اور واحد کے معنی میں ہے۔ خبرِ واحد لغتاً اس حدیث کو کہتے ہیں جسے ایک ہی شخص نے بیان کیا ہو اور اصطلاحاً وہ حدیث جو متواتر کی شرائط پوری نہ کرتی ہو۔
متواتر: وہ حدیث جس کے راوی ہر دور میں اس کثرت سے ہوں کہ ان کا جھوٹ یا غلطی پر اتفاق عادتاً محال ہو۔ [1]

اب فریقِ ثانی کے ''مجدد الملت'' کے فرمودات پر غور کریں تو ان کا لب لباب یہ ہو گا کہ قرآن کی آیاتِ مبارکہ کے مقابلے میں خبر واحد پیش کرنا محض غلط ہے اور خبر واحد سے قرآن مجید کی آیات سے ثابت ہونے والی کسی عمومی بات کو خاص نہیں کر سکتے۔ بلکہ یوں خاص کرنا ناجائز اور قرآن مجید کی آیت کو منسوخ کرنے کے مترادف ہے۔
اب دیکھیں فریقِ ثانی رسول اللہ ﷺ کی امت کے شرک سے محفوظ ہونے کے سلسلے میں کیا دلیل پیش کرتے ہیں:
فریق ثانی کی پہلی دلیل: فریق ثانی اپنے اس عقیدہ کے ثبوت میں قرآن مجید سے تو کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتا البتہ اس کے عوام و خواص اور واعظین و خطبا حضرات عموماً یہ بات کہتے ہوئے سنے جاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شیطان اب اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے گی'' پھر یوں استدلال ہوتا ہے کہ جب شیطان کی عبادت نہیں تو شرک کہاں سے ہوا؟ پس ثابت ہوا کہ اُمتِ مسلمہ کا کوئی فرد مشرک نہیں ہو سکتا۔ یہی حدیث مستدرک حاکم میں اس طرح سے ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ: ((قَدْ يَئِسَ الشَّيْطَانُ بِأَنْ يُعْبَدَ بِأَرْضِكُمْ وَلٰكِنَّهُ رَضِيَ أَنْ يُطَاعَ فِيْمَا سِوَى ذٰلِكَ مِمَّا تَحَاقَرُوْنَ مِنْ أَعْمَالِكُمْ، فَاحْذَرُوْا يَا أَيُّهَا النَّاسُ!)) [2]

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''یقیناً شیطان اب اس

---

[1] دیکھئے کتب اصول حدیث۔ [2] المستدرك للحاكم ١/ ٩٣ ح ٣١٨۔

بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ تمھاری اس سرزمین پر اس کی عبادت کی
جائے ،لیکن وہ اس پر مطمئن ہے کہ دیگر باتوں میں اس کی اطاعت کی جائے
گی جنھیں تم اپنے اعمال میں معمولی جانتے ہو،پس اے لوگو! بچو......'' الخ
اور صحیح مسلم شریف میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يَّعْبُدَهُ الْمُصَلُّوْنَ فِي جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَلٰكِنْ فِي التَّحْرِيْشِ بَيْنَهُمْ)) [1]

''یقیناً شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ جزیرہ عرب میں نمازی
لوگ اس کی عبادت کریں لیکن وہ انہیں آپس میں لڑائی کے لیے بھڑکانے
سے مایوس نہیں ہوا۔''

فریقِ ثانی کے حکیم الامت احمد یار خان نعیمی اس حدیث کا ترجمہ وتشریح کچھ اس
طرح کرتے ہیں:

''شیطان اس سے تو مایوس ہو چکا کہ عرب کے نمازی اِسے پوجیں۔لیکن
انہیں آپس میں بھڑکانے میں مشغول ہے۔'' [2]

یعنی عرب کے عام مسلمان اعمال شرکیہ نہ کریں گے یا علی العموم مرتد نہ ہوں گے ایک
آدھ آدمی کا کبھی مرتد ہو جانا اس کے خلاف نہیں عرب کو جزیرہ اس لئے فرمایا کہ اسے بحرِ
فارس وروم اور دجلہ وفرات نے گھیرا ہے عرب کی لمبائی عدن سے شام تک ہے اور چوڑائی
جدّہ سے ریف عراق تک۔ [3]

فریقِ ثانی کا اس حدیث سے اپنے مؤقف پر استدلال کئی لحاظ سے درست نہیں اس
استدلال کے کئی ایک جواب ہیں:

---

[1] صحیح المسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان......۔

[2] مسلم۔ [3] مراۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۱ ص۸۵ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ۴۰ اردو بازار لاہور۔

پہلا جواب: سب سے پہلے تو فریق ثانی اپنے اصول و شرائط کے مطابق اس حدیث کا متواتر ہونا ثابت کریں چونکہ عقائد کے سلسلے میں اور آیاتِ قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں ان کے ہاں خبر واحد سے استدلال نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ گزشتہ صفحات میں عرض کیا گیا۔

دوسرا جواب: اس حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی امت کا کوئی فرد بھی شرک میں مبتلا نہیں ہو سکتا، نہ ہی یہ حدیث پوری کی پوری امت سے متعلق ہے یہ تو صرف جزیرہ عرب کے لیے ہے اور جزیرہ عرب کی وضاحت فریق ثانی کے مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب نے یہ فرمائی کہ "عرب کی لمبائی عدن سے شام تک ہے چوڑائی جدّہ سے ریفِ عراق تک۔" جیسا کہ سطورِ بالا میں ہم نقل کر چکے ہیں۔ اور اس حدیث میں تمام اہلِ عرب کا ذکر بھی نہیں بلکہ ان کے نمازیوں ہی کا ذکر ہے۔ تو خاص مقام کے خاص لوگوں کا ذکر پورے کرّۂ ارض کے تمام لوگوں کے لیے کس طرح دلیل بن سکتا ہے؟

تیسرا جواب: پھر اہل عرب کے نمازی لوگوں سے متعلق بھی کلیۃً یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ہر قسم کے شرک سے محفوظ و مأمون تھے چونکہ استدلال ان الفاظ سے ہے کہ "شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ سرزمین عرب پر اس کی عبادت ہو۔"

تو یہ بات تو روز روشن کی طرح واضح ہے کہ شرک کی صرف یہی ایک شکل نہیں کہ "شیطان کی عبادت" ہو بلکہ اور بھی بہت سی شکلیں ہیں جن میں سے بعض کی وضاحت مع دلائل کے ص ۴۸ تا ص ۵۹ اور دیگر مقامات پر قدرے تفصیل سے عرض کر چکے ہیں۔ تو صرف ایک خاص قسم کے شرک کی نفی اگر ثابت ہو بھی جائے تو اس سے دیگر نصوص سے ثابت ہونے والے شرک کے جمیع اقسام کی نفی قطعاً لازم نہیں آتی، اصل بات تو یہ ہے کہ اس حدیث میں بتوں کی پوجا کے شرک کی بھی نفی ثابت نہیں ہوتی چہ جائیکہ جمیع اقسام کی۔

شیطان کی مایوسی سے کیا مراد ہے؟

حدیث زیرِ بحث میں تو محض شیطان کی مایوسی کا ذکر ہے، صرف اتنی سی بات ہے اس سے مطلق شرک یا بت پرستی کے شرک کی بھی نفی ثابت نہیں ہوتی یہ صرف ہمارا خیال ہی نہیں بلکہ بہت سے اہل علم بھی اس بات کی شہادت/گواہی دے چکے ہیں بعض کے حوالے

ملاحظہ کیجئے۔

(۱) علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الأبی (المتوفی: ۸۲۸ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"إِنَّ ذٰلِكَ الْـإِيَـاسَ إِنَّـمَـا هُـوَ مِـنَ الشَّـيْـطَانِ وَلَا يَضُرُّ (عَدَمُ) صِدْقِهٖ فِي الْإِيَاسِ" [1]

''یقیناً یہ مایوسی تو شیطان کی طرف سے تھی تو (بت پرستی کا) ثابت ہو جانا اور شیطان کا مایوسی میں سچا ثابت نہ ہونا مضر نہیں۔

(۲) علامہ محمد السنوسی الحسینی (المتوفی: ۸۹۵ھ) لکھتے ہیں:

"وَيُعَارِضُهُ مَا يأتِي فِي الْأَشْرَاطِ مِنْ أَمْرِ دَوْسٍ، وَيُجَابُ بِأَنَّ الْإِيَاسَ الْمَذْكُوْرَ هُوَ قَبْلَ قُرْبِ قِيَامِ السَّاعَةِ وَعِبَادَةُ دَوْسٍ مِنَ الْأَشْرَاطِ. أَوْ يُقَالُ: إِنَّ ذٰلِكَ الْإِيَاسَ، إِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَلَا يَضُرُّهٗ عَدَمُ صِدْقِهٖ فِي الْإِيَاسِ" [2]

''کتاب اشراط الساعۃ میں آیندہ آنے والی حدیث اس کے معارض ہے جس میں قبیلہ دوس کی بت پرستی میں مبتلا ہو جانے کا ذکر ہے۔ تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ مایوسی والی اس روایت کا تعلق قربِ قیامت سے پہلے ہے اور دوسی قبیلے سے متعلق حدیث کا تعلق علاماتِ قیامت سے ہے یا پھر یہ کہا جائے کہ یہ مایوسی تو شیطان کی طرف سے ہے سو اس کا اپنی مایوسی میں سچا/ درست ثابت نہ ہونا مضر نہیں۔''

نوٹ: صحیح مسلم کی کتاب الفتن و اشراط الساعۃ میں قبیلہ دوس سے متعلق حدیث کچھ اس طرح سے ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَضْطَرِبَ أَلْيَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ حَوْلَ ذِي الْخَلَصَةِ وَكَانَتْ صَنَمًا تَعْبُدُ دَوْسٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ))

---

[1] إكمال إكمال المعلم شرح صحيح المسلم، ج۹ ص۲۶۱ مطبوعه دار الكتب العلميه، بيروت۔ [2] مكمل إكمال الاكمال، شرح صحيح المسلم، ج ۱ ص ۲۶۲۔

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی کہ جب تک کہ دوس قبیلے کی عورتوں کی سرینیں ذوالخلصہ کے گرد (طواف کرتے ہوئے) نہ ہلیں۔ ذوالخلصہ ایک بت تھا، زمانہ جاہلیت میں (یمن کا ایک قبیلہ) دوس اس کی عبادت کیا کرتا تھا۔''

سو اس حدیث میں قیامت سے پہلے ایسا ہونے کا ذکر تو ہے لیکن قربِ قیامت کا ذکر نہیں۔(واللہ اعلم وعلمہ أتم)

(۳) شیخ عبدالحق محدث دھلوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: كَيْفَ بِمَنِ ارْتَدَّ مِنْ أَصْحَابِ مُسَيْلَمَةَ وَالْعَنْسِيِّ وَغَيْرِهِمَا ؟ فَالْجَوَابُ اَنْ يَقُوْلَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يُخْبِرْ عَنْهُمْ أَنَّهُمْ لَا يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ وَإِنَّمَا اَخْبَرَ عَنِ الْيَاسِ الَّذِى اشْتَشْعَرَ الشَّيْطَانُ عَنْهُمْ اَنْ يَعُوْدُوْا فِى طَاعَتِهِ فَلَا تَضَادَ بَيْنَ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَبَيْنَ الْقَضِيَّةِ الَّتِىْ ذُكِرَتْ...... (اِلى أن قال) وَلَا يُنَافِيْهِ ارْتِدَادُ مَنِ ارْتَدَّ بَلْ لَوْ عُبِدَ الْاَصْنَامُ اَيْضًا لَمْ يَضُرُّ فِى الْمَقْصُوْدِ فافهم" [1]

''اگر کوئی یہ (اشکال پیش کرے اور) کہے کہ (اس حدیث میں ہے کہ شیطان ارض عرب میں اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا) تو ان لوگوں کا کیا معاملہ ہے جو مرتد ہو گئے تھے مسیلمہ کذاب اور العنسی کے ساتھ اور ان کے علاوہ اور دوسرے لوگ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے (جزیرۂ عرب کے) ان لوگوں سے متعلق یہ خبر نہیں دی تھی کہ وہ لوگ ایسا کچھ کریں گے ہی نہیں۔ آپ ﷺ نے صرف شیطان کی مایوسی کی خبر دی جو شیطان نے ان لوگوں سے متعلق محسوس کیا کہ وہ دوبارہ اس کی اطاعت میں نہیں لوٹیں گے۔ تو اس حدیث میں (اور لوگوں کے مرتد ہو جانے والے) اُس

[1] لمعات التنقیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۱ ص ۱۳۶، ص ۱۳۷۔

معاملہ میں سرے سے کوئی تضاد ہی نہیں ...... (پھر کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں)
بلکہ اگر وہ (مرتدین) بتوں کی پوجا بھی کر لیتے تب بھی یہ اس کے منافی نہ
ہوتا۔"

خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تو اس حدیث میں یہ خبر قطعاً نہیں دی کہ سرزمین عرب کے لوگ کبھی شرک میں مبتلا نہیں ہونگے۔ بلکہ دوسری صحیح حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے خود ہی سرزمین عرب میں یمن کے قبیلہ دوس کے لوگوں کے بت پرستی میں مبتلا ہونے کی پیشین گوئی فرمائی۔ حدیث میں تو صرف شیطان کی مایوسی کا ذکر ہے جس کا غلط ثابت ہونا کوئی بعید نہیں۔ قرآن وسنت کے دیگر دلائل کی روشنی میں ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ شیطان کی یہ مایوسی سچی ثابت نہیں ہوئی۔

چوتھا جواب: قرآن مجید کی واضح آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایمان لانے کے بعد بھی لوگ شرک میں مبتلا ہو سکتے ہیں جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہوا۔ تو فریقِ ثانی اپنے اصولوں کے مطابق اس روایت سے قطعاً استدلال نہیں کر سکتا چونکہ بقول احمد رضا خان صاحب بریلوی "عمومِ آیاتِ قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد محض غلط ہے" ہم امید کرتے ہیں کہ فریق ثانی کے لوگ اس غلطی پر مصر نہیں ہوں گے۔

فریق ثانی کی دوسری دلیل: دوسری دلیل ان حضرات کے ہاں عموماً یہ پیش کی جاتی ہے کہ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا)) "میں تمہارے متعلق اس بات سے خائف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم ایک دوسرے کے مقابلے میں دنیا میں رغبت کرو گے۔" [1]

فریق ثانی کے مفتی آصف عبداللہ قادری صاحب اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آقا ﷺ کے اس مبارک فرمان میں غور کریں جو آپ نے اپنے وصال سے قبل ارشاد فرمایا: "آقائے دوجہاں ﷺ نے ارشاد فرماتے ہیں: "خداعزوجل کی قسم مجھے تم پر

[1] صحیح بخاری:۱۳۴۴۔

اس بات کا کوئی خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے۔ یعنی حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ میری امت شرک میں مبتلا ہوگی ہاں مجھے اس بات کا ڈر ضرور ہے کہ تم دنیا میں پھنس جاؤ گے دنیا کی محبت میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ آج بتائیے کون ہے جو دنیا کی محبت میں گرفتار نہ ہو۔ لیکن حضور ﷺ نے فرمادیا کہ میری امت شرک نہیں کرے گی۔" [1]

فریقِ ثانی کے فاضلِ شہیر عبدالحکیم اختر شاہجانپوری صاحب اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ حضور کو اپنی امت کے شرک میں مبتلا ہونے کا کوئی خدشہ نہیں تھا کیونکہ آپ نے شرک کی جڑیں کاٹ دیں تھیں۔" [2]

ان کے علامہ سید محمود احمد رضوی صاحب امیر و شیخ الحدیث مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور لکھتے ہیں:

"حضور نے اس حدیث میں یہ تصریح فرمائی ہے کہ مجھے اس بات کا خوف نہیں ہے کہ میری امت شرک میں مبتلا ہو جائے گی، جس سے واضح ہوا کہ جو مولوی صاحبان خواہ مخواہ مسلمانوں پر شرک کے فتوے جڑتے رہتے ہیں اور یہ الاپتے رہتے ہیں کہ مسلمانوں میں شرک بہت پھیل گیا ہے اور اصل توحید نایاب ہوگئی ہے یہ لوگ دراصل حضور کی اس پیشین گوئی کو سچا نہیں سمجھتے۔" [3]

اس حدیثِ صحیح سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی امتی شرک نہیں کرسکتا، اس حدیث سے نہ تو یہ بات ثابت ہوتی ہے اور نہ فریق ثانی کا اس سے استدلال ہی درست ٹھہرتا ہے۔

پہلا جواب: اس لئے کہ یہ حدیث بھی "خبر واحد" ہے اور ان کا یہ اصول ہے کہ "آیات

---

[1] شرک کی حقیقت، ص ۲۷ شائع کردہ حزبیہ غوثیہ ٹرسٹ مسجد بہار شریعت بہادر آباد کراچی۔

[2] بخاری مترجم، ج ۱، ص:۵٤٦ تا ۵٤۷ مطبوعہ فرید بک سٹال۔

[3] فیوض الباری شرح صحیح البخاری، ج ۵، ص:۱۲۵۔

قطعیہ کے خلاف کوئی حدیث احاد بھی مسلّم نہیں ہوسکتی اگر چہ سنداً صحیح ہو" اور آیات قطعیہ سے بعض ایمان والوں کا شرک میں مبتلا ہو جانا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ ہم قرآنی دلائل میں قدرے تفصیل سے عرض کر چکے ہیں بالخصوص پہلی، تیسری، پانچویں اور ساتویں دلیل تو صراحت سے اس بات پر دلالت کرتی ہیں لہٰذا ان کے اصول کے مطابق ان کا یہ حدیث پیش کرنا یقیناً غلط ہے اپنے ہی مسلّمہ اصول کی واضح مخالفت بھی۔

دوسرا جواب: اس حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب ہے اور وہی اس کے مصداق ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

" وَأَنَّ أَصْحَابَهُ لَا يُشْرِكُونَ بَعْدَهُ فَكَانَ كَذٰلِكَ " یہ کہ آپ ﷺ کے اصحاب آپ کے بعد شرک نہیں کریں گے پس اسی طرح ہوا۔ [1]

یعنی اس حدیث کا تعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہے عام امت سے نہیں اور صحابہٗ کرام رضی اللہ عنہم کو ہی مخاطب فرما کر آپ ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں امت کا لفظ نہیں جبکہ دیگر صحیح احادیث میں صراحت کے ساتھ امت کے بہت سے لوگوں کا شرک میں مبتلا ہونا مذکور ہے اور ان احادیث میں "امت" کا لفظ بھی موجود ہے جیسا کہ ہم بیان کریں گے۔ (إن شاء الله)

تیسرا جواب: اگر اس حدیث کو عام امت کے لئے مان لیا جائے تب بھی اس سے مراد امت کا ہر فرد نہیں ہوگا جیسا کہ شارحینِ حدیث نے لکھا ہے۔

① حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قوله ((مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا)) أَيْ عَلٰى مَجْمُوعِكُمْ لِأَنَّ ذٰلِكَ قَدْ وَقَعَ مِنَ الْبَعْضِ أَعَاذَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى " [2]

"نبی ﷺ کے اس فرمان (کہ مجھے تمہارے متعلق شرک کا ڈر نہیں) کا مطلب یہ ہے کہ تم مجموعی طور پر شرک نہیں کرو گے، اس لئے کہ امت مسلمہ میں سے بعض افراد کی جانب سے شرک کا وقوع ہوا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی

[1] فتح الباری ٦/ ٦١٤۔ [2] فتح الباری ٣/ ٢١١۔

پناہ میں رکھے۔"

② علامہ بدرالدین عینی حنفی رقمطراز ہیں:

"مَعْنَاهُ عَلَى مَجْمُوْعِكُمْ لِأَنَّ ذٰلِكَ قَدْ وَقَعَ مِنَ الْبَعْضِ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰى " [1]

"اس کا معنی یہ ہے کہ پوری امت کا شرک میں مبتلا ہونے کا خوف نہیں اس لئے کہ بعض لوگوں سے شرک کا صدور ہوا ہے۔ اللہ کی پناہ۔"

③ ابوالعباس احمد بن محمد القسطلانی لکھتے ہیں:

"أَيْ مَا أَخَافُ عَلٰى جَمِيْعِكُمُ الْإِشْرَاكَ بَلْ عَلٰى مَجْمُوْعِكُمْ لِأَنَّ ذٰلِكَ قَدْ وَقَعَ مِنْ بَعْضٍ" [2]

(ماخوذ از کلمہ گو مشرک، مؤلفہ شیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲۸ ص ۷،۸)

④ امام نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"فَإِنَّ مَعْنَاهُ الْإِخْبَارُ بِأَنَّ أُمَّتَهُ تَمْلِكُ خَزَائِنَ الْأَرْضِ وَقَدْ وَقَعَ ذٰلِكَ وَأَنَّهَا لَا تَرْتَدُّ جُمْلَةً وَقَدْ عَصَمَهَا اللّٰه تعالى من ذلك، وَأَنَّهَا تَتَنَافَسُ فِي الدُّنْيَا وَقَدْ وَقَعَ ذٰلِكَ" [3]

"حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی امت زمین کے خزانوں کی مالک بنے گی اور ایسا ہو چکا، اور یہ کہ آپ کی پوری امت مرتد نہیں ہوگی تو اللہ تعالیٰ نے اسے اس سے بچالیا اور یہ کہ وہ دنیا میں رغبت کریں گے اور یہ بھی ہو چکا ہے۔"

⑤ علامہ قاضی عیاض المتوفی: ۵۴۴ھ اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں:

وَإِعْلَامُهُ أَنَّهُ مَا يَخَافُ أَنْ يُشْرِكُوا بَعْدَهُ، ...... لَمْ يُرِدْ...... عَلَيْهِ السَّلَامُ بِإِشْرَاكِهِمْ وَإِشْرَاكِ بَعْضِهِمْ، وَقَدْ ذَكَرَ فِي الْحَدِيْثِ

---

[1] عمدة القارى ٨/ ١٥٧۔ [2] ارشاد السارى ٢/ ٤٤٠۔

[3] شرح النووى تحت رقم الحديث: ٢٢٩٦۔

نَفْسَهٗ: أَنَّ مِنْهُمْ مَنْ يَرْتَدُّ، وَإِنَّمَا أَرَادَ إِشْرَاكَ جَمِيْعِهِمْ أَوْعَامَّتِهِمْ، كَمَا خَافَ مِنْ هَلَاكِ أَكْثَرِهِمْ بِالتَّنَافُسِ فِي الدُّنْيَا" [1]

"آپ ﷺ کا اس بات کی خبر دینا کہ انہیں اپنے بعد لوگوں کے شرک میں مبتلا ہو جانے کا خوف نہیں تو اس سے آپ کی مراد یہ نہ تھی کہ وہ سب یا اُن میں سے بعض شرک کریں گے آپ ﷺ نے بذات خود حدیث میں یہ بیان فرمایا کہ (ان کی امت میں سے) بعض مرتد ہوں گے اس سے تو آپ کی مراد یہ تھی کہ مجموعی یا عمومی طور پر سب کے سب شرک میں مبتلا نہیں ہوں گے جیسا کہ آپ کو اپنی امت کے اکثریت کا دنیا کی محبت میں مبتلا ہونے کا خوف تھا۔"

⑥ علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الأبی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"فِيْهِ أَنَّ الْأُمَّةَ لَا تَرْتَدُّ جُمْلَةً وَلٰكِنْ تَتَنَافَسُ فِي الدُّنْيَا كَمَا وَقَعَ"

"اس حدیث میں کہ ساری کی ساری امت مرتد نہیں ہوگی لیکن دنیا میں رغبت کریں گے جیسا کہ واقع ہوا۔" [2]

⑦ علامہ محمد السوسی الحسینی نے بھی اسی طرح لکھا۔ [3]

⑧ علامہ زکریا بن محمد الانصاری (المتوفی: ۹۲۶ھ) اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

"أَيْ مَا أَخَافُ عَلٰى جَمِيْعِكُمُ الْإِشْرَاكَ وَإِلَّا فَقَدْ وَقَعَ مِنْ بَعْضِهِمْ ذٰلِكَ" [4]

"یعنی مجھے تمہارے مجموعی طور پر شرک میں مبتلا ہو جانے کا خوف نہیں وگرنہ تو امت کے بعض لوگوں سے یقینی طور پر شرک واقع ہوا ہے۔"

⑨ ملا علی قاری حنفی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا:

"أَيْ عَلٰى مَجْمُوْعِكُمْ لِأَنَّ قَدْ وَقَعَ مِنْ بَعْضٍ" [5]

[1] إكمال المعلم بفوائد مسلم، ج۷، ص: ۲۶۷، ۲۶۸۔ [2] إكمال إكمال المعلم شرح صحيح المسلم، ج۸، ص: ۲۹ دار الكتب العلميه بيروت۔ [3] مكمل الكمال المعلم، ج۸، ص: ۲۹۔

[4] تحفة البارى، ج۲، ص: ۲۳۲، تحت رقم الحديث: ۱۳۴۴، دار الكتب العلميه بيروت۔

[5] مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح تحت رقم الحديث: ۵۹۵۸، ج۱۰، ص: ۳۰۰۔

شارحین حدیث کی ان عبارات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ بھی اس بات کو تسلیم فرماتے تھے کہ امت مصطفیٰ ﷺ کے بعض لوگ نہ صرف یہ کہ شرک میں مبتلا ہو سکتے ہیں بلکہ ہوئے بھی ہیں جیسا کہ انہوں نے فرمایا (قد وَقَعَ من البعض)

اور یہ ان اہلِ علم حضرات کی گواہی ہے کہ جن پر فریقِ ثانی کو مکمل حسنِ ظن اور بھرپور اعتماد بھی ہے پھر انہیں وھابی قرار دے کر ان کی گواہیوں کو جھٹلایا بھی نہیں جا سکتا کہ چھوڑو جی یہ تو وہابی ہیں۔

پھر ان شارحین کی یہ توجیہ بہترین تطبیق کی ایک صورت اور واقعہ کے عین مطابق بھی ہے چونکہ ان کا فرمان ہے کہ ''مجموعی طور پر پوری کی پوری امت کے شرک میں مبتلا ہو جانے کا خوف نہیں تو بہت سے دلائل سے اس بات کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ أَبَدًا)) [1]

''اللہ تعالیٰ میری امت کو کبھی بھی گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا۔''

تو پوری امت تو گمراہی میں مبتلا ہو نہیں سکتی جبکہ دوسری طرف بعض صحیح احادیث میں امتِ مصطفوی کے بہت سے لوگوں کے شرک میں مبتلا ہو جانے کا صراحتاً ذکر ہے حتیٰ کہ کھلی بت پرستی میں مبتلا ہو جانے کا بھی ذکر موجود ہے۔ جیسا کہ آگے بیان ہوگا، ان شاء اللہ اور کھلی بت پرستی کے شرک ہونے سے کوئی بھی مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔

اگر حدیث زیر بحث سے یہ مفہوم کشید کیا جائے کہ اس امت کا کوئی فرد بھی قطعاً شرک میں مبتلا نہیں ہو سکتا تو اس بات سے دیگر احادیثِ صحیحہ میں تعارض وتضاد پیدا ہوگا اور ایسی بات کرنا ایسا مفہوم اختیار کرنا کہ جس سے احادیثِ صحیحہ میں تعارض وتضاد پیدا ہو بالاتفاق باطل ہے۔

فریق ثانی کے ''علامہ'' غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

---

[1] المستدرك للحاكم، ج ١، ص: ٢٠٢، وقال الشيخ زبير علی زئی "وسنده صحيح" الحديث ١، ص: ٤۔

''قرآن کریم کی کسی ایک آیت یا اس کے کسی حصہ کو دیگر آیات واحادیث سے الگ کر کے کسی عقیدہ یا حکمِ شرعی کے اثبات کی اساس نہیں بنایا جاسکتا تا وقتیکہ اس موضوع سے متعلق تمام آیات اور احادیث کو پیش نظر نہ رکھا جائے، اور ان میں معنوی تطبیق نہ دی جائے تا کہ ہر مسئلہ میں قرآن واحادیث کا منشا اور ان کی مراد معلوم ہو جائے۔ [1]

چوتھا جواب بریلوی علما سے: فریق ثانی کے ''علامہ'' غلام رسول سعیدی صاحب اس حدیث کا ترجمہ کچھ اس طرح کرتے ہیں:

''بے شک خدا کی قسم مجھے تمہارے متعلق یہ خدشہ نہیں ہے کہ تم (سب) میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تمہارے متعلق یہ خدشہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔''

نیز اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

ف: ''یعنی آپ کو اس بات کا خدشہ نہیں تھا کہ پوری امت مشرک ہو جائے گی۔'' سو بعض لوگوں کا مرتد ہو کر ہندو یا عیسائی ہو جانا اس حدیث کی پیش گوئی کے خلاف نہیں ہے۔'' [2]

فریق ثانی کے حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''یعنی مجھے یہ خطرہ نہیں کہ تم سارے یا تم عموماً کافر ہو جاؤ لہٰذا یہ فرمان عالی اس کے خلاف نہیں کہ حضور انور ﷺ کے بعد چند لوگ مرتد ہو گئے۔'' [3]

سعیدی صاحب نے ترجمہ میں مابین القوسین (سب) لکھ کر واضح فرما دیا کہ پوری کی پوری امت کے شرک میں مبتلا ہو جانے کا خوف نہیں البتہ بعض لوگوں سے ایسا ممکن ہے۔ عرض ہے کہ وہ بعض لوگ بہر حال امتِ مسلمہ ہی کے فرد ہوں گے۔ اگر بعض لوگوں کے شرک میں مبتلا ہونے کو بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس بات کا ابطال لازم آتا ہے کہ ''امتی شرک میں مبتلا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح نعیمی صاحب کی شرح سے بھی یہی واضح ہوتا ہے۔''

---

[1] شرح صحیح مسلم، ج ۱، ص: ۵۵٤۔ [2] شرح صحیح مسلم، ج ٦، ص: ۷۳۸۔
[3] مراۃ المناجیح، ج ۸، ص: ۲٦۲۔

کیا فریقِ ثانی ان اہل علم حضرات اُعنی شارحینِ حدیث سے متعلق بھی یہ کہنے کے لیے تیار ہے کہ یہ حضرات بلا وجہ خواہ مخواہ مسلمانوں پر شرک کے فتوے جڑتے رہے اور یہ الاپتے رہے کہ امتِ مسلمہ کے بعض لوگوں سے شرک کا صدور ہوا ہے وہ شرک میں مبتلا ہوئے ہیں۔ اور یہ کہ یہ تمام اہل علم بزرگ ''دراصل حضور کی اس پیشین گوئی کو سچا نہیں سمجھتے تھے۔ (معاذ الله)

انصاف شرط ہے، کیا رسول اللہ ﷺ نے اس معاملہ میں صرف یہی حدیث بیان فرمائی اور دیگر صحیح احادیث سے ثابت ہونے والی پیشین گوئی کہ امت کے بہت سے قبیلے بت پرستی میں مبتلا ہو جائیں گے مشرکین کے ساتھ مل جائیں گے۔ کیا اُن احادیث پر ایمان لانا لازمی نہیں؟

پانچواں جواب

سیدنا عمرو بن عوف انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَوَاللّٰهِ لَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا)) [1]

''پس اللہ کی قسم مجھے تم پر مفلسی، غربت کا خوف نہیں لیکن اس بات کا خوف ہے کہ تم پر دنیا (کے مال) میں وسعت دی جائے۔'' الخ،

اس حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا مجھے تم پر فقر یعنی غربت و مفلسی کا کوئی خوف نہیں، لیکن آج تک کسی نے اس حدیث کا یہ مفہوم بیان نہیں کیا کہ اس امت کا کوئی ایک فرد بھی غریب و مفلس نہیں ہو سکتا، فقر کا شکار نہیں ہو سکتا چونکہ سب ہی جانتے ہیں کہ آقا علیہ الصلاۃ والسلام کی اس حدیث میں پوری کی پوری بحیثیت مجموعی امت کے فقر و مفلسی میں مبتلا ہو جانے کی نفی ہے نہ کہ ہر ہر فرد کے مفلسی میں مبتلا ہونے کی۔ لہٰذا اس امت مسلمہ کے بے شمار لوگوں کا فقر و فاقہ میں مبتلا ہونے سے حدیث کے مفہوم کا غلط ہونا لازم نہیں آتا۔

[1] صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الجزیة والموادعة مع اهل الذمة......رقم: ۳۱۵۸۔

بالکل اسی طرح حدیث ''مجھے تم پر شرک کا خوف نہیں'' سے ہر ہر امتی کا شرک سے محفوظ و مأمون ہونا لازم نہیں آتا بلکہ یہ حدیث بحیثیت مجموعی پوری امت کے شرک میں مبتلا ہو جانے کی نفی کرتی ہے۔ اس امت کے بے شمار لوگ بھی اگر شرک میں مبتلا ہو جائیں تب بھی اس حدیث کے مفہوم کا غلط ہونا لازم نہیں آتا۔ اگر فریق ثانی کو اب بھی اپنے کشیدہ مفہوم و استدلال پر اصرار ہے تو انہیں چاہیے کہ یہ بھی کہنا شروع کر دیں کہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی امتی مفلس و محتاج غریب و فقیر نہیں ہو سکتا وہ پس مالدار غنی و تونگر ہی ہوگا۔ پھر مفلسی و فقر و فاقہ کے مارے ہزارہا لوگوں کی خودکشیوں کا بھی معقول جواب پیش کرنا ہوگا اور بنگلہ دیش صومالیہ اور افریقہ کے ان بہت سے مسلمانوں کی زبوں حالی کا بھی جو محض بھوک کی وجہ سے مر جاتے ہیں اور دنیا کے غریب ترین لوگ ہیں۔

فریقِ ثانی کی تیسری دلیل:

فریقِ ثانی کی طرف سے اپنے اس عقیدے کے ثبوت میں تیسری دلیل عموماً یہ پیش کی جاتی ہے کہ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ مَا أَتَخَوَّفُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْآنَ حَتَّى رُئِيَتْ بَهْجَتُهُ عَلَيْهِ وَكَانَ رِدْئًا لِلْإِسْلَامِ، غَيَّرَهُ إِلَى مَا شَاءَ اللّٰهُ فَانْسَلَخَ مِنْهُ، وَنَبَذَهُ وَرَآءَ ظَهْرِهِ، وَسَعَى عَلَى جَارِهِ بِالسَّيْفِ وَرَمَاهُ بِالشِّرْكِ)) قَالَ قُلْتُ: يَانَبِيَّ اللّٰهِ! أَيُّهُمَا أَوْلَى بِالشِّرْكِ الْمَرْمِيُّ أَوِ الرَّامِي؟ قَالَ: ((بَلِ الرَّامِي)) [1]

''مجھے تم پر اس آدمی کا بڑا خوف ہے جو قرآن پڑھے گا، یہاں تک اس کی تازگی اس کے چہرے پر ظاہر ہوگی اور وہ (بظاہر) اسلام کی مدد کرنے والا ہوگا۔ جس قدر اللہ چاہے گا اُسے متغیر کر دے گا، پھر وہ دین اسلام سے نکل

[1] الاحسان بترتيب صحيح ابن حبان:٨١ ، حسنه البزار [البحر الزخار] ٧/ ٢٢١ ح٢٧٩٣؛ قال ابن كثير فی تفسيره [٣/ ٢٢٦ ، الاعراف : ١٧٥]: " هذا اسناد جيد " و حسنه الهيثمی فی مجمع الزوائد ١/ ١٨٧۔

جائے گا اور دین کو اپنی پیٹھ پیچھے پھینک دے گا، اپنے (مسلم) پڑوسی پر تلوار کے وار کرے گا اور اس پر شرک کی تہمت لگائے گا، حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! شرک کی تہمت لگانے والا شرک کے قریب ہوگا یا جس پر شرک کی تہمت لگائی جائے گی وہ شرک کے قریب ہوگا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ شرک کی تہمت لگانے والا خود شرک کے قریب ہوگا۔"

فریق ثانی کے مفتی آصف عبداللہ قادری صاحب فرماتے ہیں:

"تفسیر ابن کثیر میں حدیث پاک ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ایک شخص قرآن پڑھتا ہوگا قرآن کا نور اس کے چہرہ پر ہوگا اسلام پر عمل کرنے والا ہوگا مگر وہ قرآن کے نور سے محروم ہو جائے گا اور اسلام سے بھی دور ہو جائے گا۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیوں ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ اپنے پڑوسی مسلمان پر شرک کا الزام لگائے گا۔" پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی مشرک کون ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ الزام لگانے والا خود دائرہ اسلام سے خارج ہوگا کیونکہ مسلمان شرک سے بری ہے اس پر شرک کا الزام لگانا گویا کہ اپنے آپ کو اسلام سے دور کرنا ہے۔" [1]

یہ روایت سنداً حسن ہے، اس حدیث سے بھی فریقِ ثانی اپنے مؤقف کو درست ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی مشرک نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ ان کے مفتی آصف قادری صاحب کے حوالے سے بیان کیا گیا۔

عرض ہے! کہ اس حدیث سے بھی ان کا یہ عقیدہ ثابت نہیں ہوتا نہ اس سے یہ استدلال ہی درست ہے:

پہلا جواب: یہ خبر واحد ہے، جو فریقِ ثانی کے اصول کے مطابق اثباتِ عقیدہ اور عموم قرآن کی تخصیص کے لئے قطعاً ناکافی ہے۔ اپنے اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں یہ حدیث پیش بھی نہیں کرنی چاہیے۔

---

[1] شرک کی حقیقت، ص:۹۔

چونکہ ان کے ہاں ''احادیث صحت کے اعتبار سے اگر چہ کیسے ہی اعلیٰ درجے کی ہوں عمومِ قرآن کی تخصیص نہیں کرسکتیں بلکہ اس کے حضور مضمحل ہو جائیں گی، بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے'' جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان کیا گیا بقول ان کے مجدد الملت: ان کا یہ طرزِ عمل ''محض غلط ہے۔''

دوسرا جواب: اس حدیث میں مذکورہ آدمی کے بارے میں بیان کر دیا گیا ہے کہ وہ شرک کی ''تہمت'' بہتان لگائے گا اور ''بہتان'' سے متعلق مسلمان عموماً اس بات سے آگاہ ہیں کہ یہ کسی مسلم پر ایسا عیب لگانا ہے جو اس میں نہ ہو اور یہ اسلام کا عام قانون ہے کہ اگر کوئی کسی مسلم کو کافر کہے گا یا اس پر لعنت کرے گا جب کہ وہ اس کا مستحق نہیں تو لعنت یا فتویٰ کفر اسی قائل کی طرف لوٹے گا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إذا قال الرجل لأخيه :يا كافر! فقد باء به أحدهما)) [1]

''جو شخص اپنے (مسلم) بھائی کو کہے: اے کافر! تو یقیناً دونوں میں سے کسی ایک پر کفر کا فتویٰ ضرور لوٹے گا۔''

اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أيما رجل مسلم أكفر رجلاً مسلمًا ، فإن كان كافرًا وإلا كان هو الكافر)) [2]

''جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کافر قرار دے تو اگر وہ واقعی کافر ہے تو ٹھیک ورنہ وہی (کافر کہنے والا) کافر ہے۔''

فریقِ ثانی کی پیش کردہ حدیث بالا میں بھی ایسے ہی شخص کا ذکر ہے جو اپنے مسلم پڑوسی پر شرک کا بہتان لگائے، بہتان لگانے والی بات سے واضح ہوتا ہے کہ حقیقت میں اس کا پڑوسی شرک سے محفوظ اور بری ہوگا شرک میں مبتلا نہیں ہوگا، اسی لئے وہ بہتان لگانے والا خود ہی مشرک ہو جائے گا، اس کا یہ غلط فتویٰ اسی پر لوٹے گا۔

تیسرا جواب: اس حدیث میں اس بات کا ذکر بالکل بھی نہیں ہے کہ نبی کریم کا کوئی امتی

---

[1] صحیح البخاری: ٦١٠٣۔ [2] سنن ابی داود: ٤٦٨٧، وسندہ صحیح۔

شرک میں کبھی بھی مبتلا نہیں ہوسکتا۔شرک کا ارتکاب نہیں کرسکتا۔جب اس امت سے شرک کی نفی نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو فریق ثانی اپنے مؤقف پر اس حدیث کو کس طرح بطورِ دلیل پیش کرسکتے ہے؟ اُن کا مؤقف تو تب ثابت ہوتا جب اس حدیث میں اس امت سے شرک کی کلیۃً نفی ہوتی۔اذا لیس فلیس۔

چوتھا جواب: غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ اس حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ ﷺ پر ایمان لانے والا آپ کا امتی بھی شرک میں مبتلا ہوسکتا ہے اور ''مشرک'' ہوسکتا ہے۔وہ اس طرح کہ جب وہ کسی شرک سے بری مسلم پر شرک کی تہمت لگائے گا،شرک کا غلط فتویٰ لگائے گا تو اس کی یہ تہمت اور فتویٰ خود اس پر لوٹے گا اور وہ اپنی ہی تہمت اور فتویٰ کا شکار ہوکر ''مشرک'' ہو جائے گا۔

اس لحاظ سے خود فریقِ ثانی کی پیش کردہ حدیث سے ان کے اس دعویٰ وعقیدہ کا ابطال ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ کا امتی شرک سے محفوظ ہے،وہ شرک نہیں کرسکتا۔

پانچواں جواب: فریقین بلکہ جملہ اہل اسلام کے ہاں یہ قاعدہ مسلمہ ہے:" إِنَّ الْحَدِيثَ يُفَسِّرُ بَعْضُهُ بَعْضًا" کہ حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے،یہی وجہ ہے کہ اہلِ علم کسی بھی معاملہ میں کسی ایک ہی حدیث کو سامنے رکھ کر فیصلہ نہیں کر بیٹھتے بلکہ اس سلسلے کی دیگر احادیث کو بھی سامنے رکھتے ہوئے غور وفکر کے بعد کسی مسئلہ سے متعلق فیصلہ کرتے ہیں،یہی طریقہ صحیح ہے۔اگر ایسا نہ کیا جائے تو بڑی عجیب وغریب باتیں سامنے آئیں گی۔

احادیث اور امت میں شرک

قرآنِ مجید کے دلائل کے بعد اب ہم آپ کے سامنے احادیثِ مبارکہ سے اس مسئلہ پر کچھ روشنی ڈالنا چاہیں گے یقیناً ہدایت ونجات کے لئے قرآن مجید کے ساتھ احادیث مبارکہ بھی ایک اہم ذریعہ ہے اور قرآن وسنت پر اپنے ایمان وعمل کی بنیاد رکھنے والا شخص ہی گمراہیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

پہلی حدیث: سید الفقہاء والمحدثین سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا...اور سوال کیا:

اے اللہ کے رسول! "ما الإسلام ؟" اسلام کیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا)) [1]

''اسلام یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ سوالات کے بعد وہ شخص لوٹ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کو میرے پاس لے آؤ۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم دوڑ پڑے کہ اسے لے آئیں لیکن انہوں نے اسے نہ پایا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((هٰذَا جِبْرِيْلُ جَاءَ لِيُعَلِّمَ النَّاسَ دِيْنَهُمْ)) [2]

یہ جبریل علیہ السلام تھے لوگوں کو ان کا دین سکھلانے کے لئے تشریف لائے تھے۔

اب اس حدیثِ مبارکہ پر غور کیجئے! رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی تعریف ہی یہ بیان فرمائی کہ ''تو اللہ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔'' جب کوئی شخص شرک سے بچے گا تب ہی وہ اسلام میں داخل ہوگا۔

دوسری حدیث:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ قَالَ فِي دُبُرِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَهُوَ ثَانٍ رِجْلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يَتَكَلَّمَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِي وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، عَشْرَ مَرَّاتٍ، كُتِبَتْ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ، وَمُحِيَ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَرُفِعَ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَكَانَ يَوْمَهُ ذٰلِكَ كُلَّهُ فِي حِرْزٍ مِنْ كُلِّ مَكْرُوْهٍ وَحَرْسٍ مِّنَ الشَّيْطَانِ، وَلَمْ يَنْبَغِ لِذَنْبٍ أَنْ يُدْرِكَهُ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ إِلَّا الشِّرْكُ بِاللّٰهِ)) [3]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام، رقم:۹۔ [2] ایضاً۔

[3] سنن الترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ٣٤٧٤، وقال: "ھذا حدیث حسن صحیح" وھو حسن۔

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص نے نمازِ فجر کے بعد، دوزانو بیٹھے ہوئے بات چیت کرنے سے پہلے دس (۱۰) مرتبہ "لا إله إلا اللّٰه وحدهٗ، لا شريك لهٗ، له الملك وله الحمد يحيى ويميت وهو على كل شيءٍ قدير" پڑھا تو اس کے لئے (اس کے نامہ اعمال میں) دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے دس گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور اس کے دس درجات بلند کئے جائیں گے اور اس دن وہ ہر برائی سے محفوظ رہے گا اور وہ شیطان کی پہنچ سے دور کر دیا جائے گا اور اس دن شرک کے علاوہ کوئی گناہ اُسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔''

اس حدیث پر غور کیجئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ دن کے آغاز میں (نماز فجر کے بعد) دس بار اپنی زبان سے یہ کلمات ادا کرے تو شرک کے علاوہ اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، حالانکہ وہ اپنی زبان سے یہ کہے گا کہ "لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لا شريك له" اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ "لا شريك له" کا اقرار کر رہا ہے لیکن اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''شرک'' کے علاوہ اسے کوئی گناہ اپنی لپیٹ میں نہیں لے سکتا۔'' مطلب یہ کہ "وحده لا شريك له" کہنے کے بعد بھی وہ ''شرک'' کر سکتا ہے اور اگر ایسا ہو تو ''شرک'' کا وبال اس پر ضرور پڑے گا، اگر توبہ نہ کی تو سزا بھی ملے گی، ہاں اگر اس دن وہ شرک سے بچا رہا تو باقی گناہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اگر چاہے تو اپنے فضل وکرم سے معاف فرما دے۔

اب بتائیے! نمازِ فجر کون پڑھتا ہے؟ کیا ہندو، سکھ، یہودی اور عیسائی بھی نمازِ فجر پڑھتے ہیں؟ کیا وہ بھی یہ کلمات ادا کرتے ہیں؟ نہیں یقیناً نہیں۔

صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ حق قبول کرنے والے امتِ اجابت میں شامل لوگ ہی نمازِ فجر ادا کرتے ہیں اور جسے اللہ رب العالمین توفیق بخشے اور وہ یہ حدیث وسنت جانتا ہو وہی یہ کلمات کہتا ہے۔ کیا اب بھی یہ کہنے کی ذرا برابر گنجائش باقی رہتی ہے کہ رسول

اللہ ﷺ کا امتی شرک میں مبتلا نہیں ہوسکتا؟ وہ ''شرک'' کے خطرے سے بالکل محفوظ ہے!

تیسری حدیث:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ، فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَّا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا إِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيْهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ: أَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا، أَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا، أَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا)) [1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر پیر اور جمعرات کے روز جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور ہر اس شخص کو بخش دیا جاتا ہے جو اللہ کے ساتھ کچھ بھی شریک نہیں ٹھہراتا۔ سوائے اس شخص کے کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان ناراضی ہو۔ پس یہ کہا جاتا ہے کہ انہیں مہلت دو یہاں تک کہ یہ دونوں صلح کر لیں، انہیں مہلت دو یہاں تک کہ یہ دونوں صلح کر لیں انہیں مہلت دو یہاں تک کہ یہ دونوں صلح کر لیں۔''

اس حدیثِ مبارکہ میں ہر پیر اور جمعرات کے دن آسمان کے دروازے کھلنے کا جو ذکر ہے، ظاہری بات ہے کہ یہ سلسلہ قیامت تک کے لئے ہے تو اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر شرک نہ کرنے والے کو بخش دیتا ہے۔

اس بات کو خاص طور پر ذکر کرنا کہ ''جو شرک نہ کرتا ہو'' اس کی بخشش ہوتی ہے۔ ظاہر کرتا ہے کہ اس امت میں بھی شرک ہوسکتا ہے، رسول اللہ ﷺ کی امت اجابت کے لئے ہی یہ خوشخبری ہے نہ کہ امتِ دعوت جیسے یہودی، عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ مت وغیرہم کے لئے اس کی قدرے وضاحت ہم پانچویں قرآنی دلیل کے تحت عرض کر چکے ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلة، باب النهی عن الشحناء، رقم:٢٥٦٥؛ سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فیمن یهجر اخاه المسلم، رقم:٤٩١٦۔

اس حدیث پر وہ بھائی بھی ذرا غور کرلیں !جو اپنے صحیح العقیدہ دینی بھائیوں سے ناراضی مول لیتے ہیں اور پھر یہ ناراضی ،بغض، کینہ وحسد کی شکل اختیار کرلیتی ہے مگر وہ "صلح" کرنے سے متعلق سوچتے تک نہیں۔ ذرا سوچیں کہ وہ ہر سات دنوں میں سے دو دن کتنی بڑی رحمت سے محروم رہ جاتے ہیں۔اسی طرح ماہ وسال کا شمار کرلیں کہ کتنے ہی عمدہ مواقع وہ گنوا بیٹھتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق دے اور ہر مسلم کے ساتھ اخلاص و محبت اور نصیحت وخیر خواہی کے جذبات عطا فرمائے۔

چوتھی حدیث:

عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: ((قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى:...... يَابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً)) [1]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ "اللہ تعالیٰ نے فرمایا.....اے ابن آدم !اگر تو روئے زمین کے برابر بھی گناہ لے کر آئے پھر مجھ سے اس طرح ملاقات کرے کہ تو میرے ساتھ کچھ بھی شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں روئے زمین کے برابر ہی تجھے مغفرت عطا کر دوں گا۔"

اگرچہ "ابن آدم" کے الفاظ عام ہیں اس میں ہر انسان شامل ہے لیکن قرآن وسنت کے دیگر دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آنے والے آپ کے امتی ہی اس حدیث قدسی کے مخاطب ہو سکتے ہیں، یہ خوشخبری انہی کے لئے مخصوص ہے۔

چونکہ اگر کوئی شخص صرف "شرک" سے اپنے آپ کو محفوظ کرلے،شرک سے بچتا رہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید پر ایمان نہ لائے اور ایمانیات کی دیگر شرائط کو وہ پورا نہ

[1] سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی فضل التوبة والاستغفار، رقم: ٣٥٤٠ وقال: "حسن غریب" وسنده حسن۔

کرے تو وہ مغفرت و جنت کا حقدار نہیں ہوسکتا۔ یہ بات قرآن وسنت سے ثابت ہوتی ہے اور تمام اہلِ اسلام کا اس پر اتفاق ہے۔

تو دیگر مذاہب کے لوگ تو انکارِ حق کی وجہ سے ویسے ہی جنت سے محروم ہیں اس صورت میں حدیثِ بالا کے مخاطبین رسول اللہ ﷺ کے امتی ہی ہیں۔ اگر وہ شرک سے محفوظ رہیں تو اللہ کی رحمت سے ان کے گناہوں کی بخشش ممکن ہے۔

پانچویں حدیث:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ (بْنِ مَسْعُوْدٍ) رضي الله عنه قَالَ: لَمَّا أُسْرِيَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِنْتُهِيَ بِهِ إِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى...... فَأُعْطِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثًا، أُعْطِيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَأُعْطِيَ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَغُفِرَ لِمَنْ لَمْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ مِنْ أُمَّتِهِ شَيْئًا الْمُقْحِمَاتُ" [1]

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو معراج کرائی گئی تو آپ ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کو وہاں تین چیزیں عطا کی گئی تھیں، آپ کو پانچ نمازیں عطا کی گئیں اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات اور امت میں سے ہر اس شخص کی بخشش عطا کی گئی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور کبیرہ گناہوں سے بچا رہے۔''

اس حدیثِ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کے عظیم معجزہ معراج کا ذکر ہے اور یہ بیان کیا گیا کہ اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تین تحفے عطا فرمائے ان میں سے تیسری چیز جو بیان ہوئی ہے وہ ہے آپ ﷺ کے ہر امتی کے لئے یہ عظیم خوشخبری کہ اگر وہ ''شرک'' سے اپنے ایمان کو بچائے رکھیں اور کبیرہ گناہوں سے بھی بچتے رہیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے گا انہیں بخش دے گا۔

فریقِ ثانی کے علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے اس حدیث کا ترجمہ کچھ یوں لکھا:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی ذکر سدرة المنتهى، رقم: ۱۷۳۔

''حضرت عبداللہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کو تین چیزیں دی گئیں، پانچ نمازیں، سورہ بقرہ کا آخری حصہ اور شرک کے سوا آپ کی امت کے لیے تمام گناہوں کی معافی۔'' [1]

اب جس طرح ایک مومن کبیرہ گناہ میں مبتلا ہوسکتا ہے اسی طرح شرک سے بھی اپنے ایمان کو آلودہ کرسکتا ہے اگر امت کے اندر شرک کا خطرہ نہ ہوتا جیسا کہ بعض لوگوں کا زعم ہے تو پھر بخشش و مغفرت کے لئے شرک سے محفوظ رہنے کی شرط کیوں رکھی گئی ہے؟

ظاہر سی بات ہے کہ امت میں اس کا خطرہ موجود ہے اسی لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ایمان والوں کو خبردار کرنے کے لئے جگہ جگہ اس بات کو بیان کیا، اس سے بچتے رہنے کا خاص طور پر ذکر کیا۔ علامہ نووی اس حدیث کی تیسری بات کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَمَعْنَى الْكَلَامِ مَنْ مَاتَ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ غَيْرَ مُشْرِكٍ بِاللّٰهِ غُفِرَ لَهُ" [2]

''اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس امت میں سے جو شخص اس حال میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنیوالا نہ ہوتو اس کی بخشش ہوگی۔''

الغرض! اس حدیث سے بھی روزِ روشن کی طرح یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس امت میں شرک کا خطرہ موجود ہے اور یہ امت بھی شرک میں مبتلا ہوسکتی ہے اور بہت سے لوگ اس میں مبتلا ہوئے بھی ہیں۔

چھٹی حدیث:

"عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا خَرَجَ إِلٰى حُنَيْنٍ مَرَّ بِشَجَرَةٍ لِلْمُشْرِكِيْنَ يُقَالُ لَهَا: ذَاتُ أَنْوَاطٍ يُعَلِّقُوْنَ عَلَيْهَا أَسْلِحَتَهُمْ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((**سُبْحَانَ اللّٰهِ! هٰذَا كَمَا**

---

[1] شرح صحیح مسلم، ج۱، ص:۶۸۶۔

[2] شرح النووی ص ۲۱۱ مطبوعه بیت الافکار الدولیه۔

قَالَ قَوْمُ مُوْسٰى ﴿اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ﴾ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتَرْكَبُنَّ سُنَّةَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ)) [1]

سیدنا ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حنین کی طرف نکلے تو مشرکین کے ایک درخت کے پاس سے گزرے جسے ذات انواط کہا جاتا تھا مشرکین (برکت یا حصولِ قوت کے لئے) اس پر اپنا اسلحہ لٹکاتے تھے۔ تو کچھ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! جس طرح سے ان مشرکین کا ذاتِ انواط ہے اس طرح کا ایک ذاتِ انواط ہمارے لئے بھی بنا دیجئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ بات سن کر فرمایا: ''سبحان اللہ! یہ تو اسی طرح کی بات ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا کہ (اے موسیٰ علیہ السلام) ہمارے لئے بھی ایک ایسا اِلٰہ بنا دیجئے جیسا کہ ان کے آلھہ ہیں۔ (۷/الاعراف:۱۳۸) قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگ ضرور بالضرور اپنے سے پہلی امتوں کے طریقوں پر چلو گے۔''

اور صحیحین میں حدیث ہے کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ، وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، حَتّٰى لَوْ سَلَكُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوْهُ)) قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى؟ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: ((فَمَنْ))؟ [2]

''تم ضرور بالضرور اپنے سے پہلی امتوں کی پیروی کرو گے، جس طرح کہ ایک بالشت دوسرے بالشت اور ایک ذراع دوسرے ذراع (کے بالکل برابر ہوتی ہے) اسی طرح تم ان کی پیروی کرو گے حتیٰ کہ اگر اس میں سے کسی نے سانڈے کے بل میں داخل ہونے کی کوشش کی ہو گی تو تم بھی ایسی ہی کوشش

[1] سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء لترکبن سنن من کان قبلکم، رقم: ۲۱۸۰، وقال: هذا حديث حسن صحيح وهو صحيح۔ [2] صحيح بخاري، كتاب احاديث الانبياء، باب ما ذكر عن بني اسرائيل، رقم: ٣٤٥٦۔

کرو گے ۔'' (صحابہ رضی اللہ عنہم نے) عرض کیا یہود و نصاریٰ کی پیروی کریں گے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اور کس کی؟ ۔''

اب ان حدیثوں پر غور کیجئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر تاکیدی اسلوب میں حلفیہ بیان دیتے ہوئے یہ بات ارشاد فرمائی ہے آپ غور کریں گے تو واضح ہوگا کہ دیگر پیشین گوئیوں کی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی بھی ہو بہو پوری ہو رہی ہے۔

قرآنِ مجید بتلاتا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے علما اور درویشوں کو اپنا رب بنالیا تھا۔ [1]

اس امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو علما و درویشوں کو رب بنائے بیٹھے ہیں۔ اسی طرح سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارضِ حبشہ کے ایک کنیسہ کا تذکرہ فرمایا اور جو کچھ وہاں انہوں نے تصاویر دیکھیں، ان کا ذکر فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أُولٰئِكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ أَوِ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ أُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ)) [2]

''یہ (یہود و نصاریٰ) ایسی قوم ہے کہ جب ان میں سے کوئی نیک شخص فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد (عبادت گاہ) بنا لیتے اور اس میں اس قسم کی تصاویر بنا لیتے۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔''

آج اس اعتبار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی حالتِ زار پر غور کریں تو کوئی کافر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کی صداقت وحقانیت سے انکار نہیں کر پائے گا!!

آج کتنے ہی لوگوں کی قبریں ہیں کہ جن پر مسجدیں بنی ہوئی ہیں اور کتنی ہی قبریں ہیں جو عبادت گاہوں کا درجہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ جن پر لوگ دست بستہ انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ کھڑے نظر آئیں گے، کوئی سجدہ ریز ہیں تو کوئی طواف میں مگن ہیں، کوئی نذرانے پیش کر رہے ہیں تو کوئی جانور ذبح کر رہے ہیں، کوئی ہاتھ اُٹھائے فریادو

---

[1] ۹/ التوبة: ۳۱۔ [2] صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب الصلاة فی البیعة: ٤٣٤۔

دعا میں مشغول ہیں تو کوئی جھولی پھیلائے کھڑے نظر آتے ہیں۔ الغرض! کہ عبادت کے کتنے ہی مظاہر آپ کو ان قبروں پر نظر آئیں گے اور نبی ﷺ کی ان احادیث کو جاننے والا کوئی شخص یہ تسلیم کیے بغیر نہ رہے گا کہ اس امت کے بہت سے لوگ ہو بہو یہود و نصاریٰ کے طریقوں کو اپنائے ہوئے ہیں۔ جس طرح کہ وہ لوگ صالحین کی محبت میں غلو کا شکار ہو کر شرک جیسے موذی مرض میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اسی طرح اس امت کے بھی بہت سے لوگ شرک کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صاحب فرماتے ہیں:

"وَإِنْ كُنْتَ غَيْرَ مُهْتَدٍ فِي تَصْوِيْرِ حَالِ الْمُشْرِكِيْنَ وَعقائِدِهِمْ وَأَعْمَالِهِمْ، فَانْظُرْ إِلَى حَالِ الْمُحْتَرِفِيْنَ مِنْ أَهْلِ عَصْرِنَا، لَا سِيَمَا الَّذِيْنَ يَقْطُنُوْنَ مِنْهُمْ بِأَطْرافِ دَارِ الْإِسْلَامِ مَاهِيَ تَصَوُّرَاتُهِمْ عَنِ الْوِلَايَةِ؟...... وَيَذْهَبُوْنَ إِلَى الْقُبُوْرِ وَالْعَتَبَاتِ، وَيَرْتَكِبُوْنَ أَنْوَاعًا مِنَ الشِّرْكِ، وَ كَيْفَ تَطَرَّقَ إِلَيْهِمْ التَشْبِيْهُ وَالتَّحْرِيْفُ، وَنَرَى طَبْقَ الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ: ((لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ)) أَنَّهُ مَا مِنْ بَلِيَّةٍ مِنَ الْبَلَايَا إِلَّا وَطَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ عَصْرِنَا يَرْتَكِبُوْنَهَا، وَيَعْتَقِدُوْنَ مِثْلَهَا، عَافَانَا اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى" [1]

"اگر آپ مشرکین کے احوال اور ان کے عقائد و اعمال کی عملی تصویر سے واقف نہیں ہیں، تو ہمارے زمانے کے پیشہ ور مسلمانوں کے احوال دیکھ لیجئے خاص طور پر اُن پیشہ وروں کو دیکھیں جو دارالاسلام (دہلی) کے اطراف و جوانب میں رہائش پذیر ہیں...... اور وہ قبروں اور آستانوں کی طرف جاتے ہیں اور مختلف اقسام کے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں اور تشبیہ و تحریف کس طرح اُن میں رواج پا گئی، اور اس صحیح حدیث کے مطابق کہ "تم ضرور اگلے

---

[1] الفوز الكبير ص: ٣٦۔

لوگوں کے طریقہ پر چلو گے'' اُن کی پیروی کرو گے، تو ہم دیکھتے ہیں کہ اُن آفات میں سے کوئی آفت ایسی نہیں کہ جن میں مشرکین مبتلا تھے مگر یہ کہ ہمارے دور کا ایک گروہ بدعقیدگی کی اُس آفت میں مبتلا ہے اور ویسی ہی گمراہی کا عقیدہ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان آفات سے بچائے (آمین)

گویا شاہ صاحب نے بھی اس امت کے بعض لوگوں کے شرک میں مبتلا ہونے کی گواہی دی۔''

ساتویں حدیث:

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِيْ بِالْمُشْرِكِيْنَ وَحَتّٰى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي الْأَوْثَانَ...)) [1]

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ میری امت کے قبائل مشرکین کے ساتھ مل نہ جائیں اور جب تک کہ میری امت کے قبائل اوثان کی عبادت نہ کرنے لگ جائیں۔''

اوثان: وثن کی جمع ہے، وثن سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے خواہ وہ مورتی ہو یا پتھر، درخت و جھنڈا ہو یا قبر یا پھر کوئی اور چیز، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ! لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا، لَعَنَ اللّٰهُ قَوْمًا اِتَّخَذُوْا (أَوْجَعَلُوْا) قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ)) [2]

''اے اللہ! میری قبر کو وثن نہ بنانا (کہ جس کی عبادت کی جائے) اللہ ایسی قوم پر لعنت فرمائے جس نے اپنے انبیا (علیہم السلام) کی قبروں کو عبادت گاہ

[1] سنن ابی داود، کتاب الفتن والملاحم، باب ذکر الفتن ودلائلها، رقم: ٤٢٥٢ وسنده صحیح۔ [2] مسند حمیدی: ١٠٣١ ونسخه اخریٰ: ١٠٢٥، وسنده حسن۔

بنا دیا۔"

غور کیجئے! آج نبی کریم ﷺ کی امت کس طرح عوام میں معروف نیک لوگوں کی قبروں اور مزاروں پر منڈلاتی نظر آتی ہے اور کتنے ہی درخت ہیں آستانے ہیں چلہ گاہیں ہیں جنھیں مقدس سمجھ کر وہاں قربانیاں چڑھائی جاتی ہیں کتنی ہی قبروں کے سامنے سجدے ہو رہے ہیں، طواف ہو رہے ہیں اور کتنے ہی پتھر ہیں جنھیں مافوق الاسباب نفع نقصان کے لئے کارآمد سمجھا جاتا ہے یہ سب کچھ اوثان کی عبادت کے مظاہر ہیں۔

غرض یہ کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یہ پیشین گوئی فرمائی کہ آپ کی امت کے بہت سے قبیلے مشرکوں کے ساتھ مل جائیں گے اور "اوثان" کی عبادت کرنے لگیں گے اور اوثان کی عبادت کا "شرک" ہونا یقینی ہے۔

جب یہ چیز امت میں واقع ہوگی تو "شرک" میں مبتلا ہونا بھی یقینی ٹھہرا، اب جو لوگ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ "یہ امت شرک میں مبتلا نہیں ہوگی" یا "اس امت میں شرک کا خطرہ نہیں" وہ گویا انجانے میں یا جانتے بوجھتے یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ کی یہ پیشین گوئی درست نہیں۔ (نعوذ باللہ)

کم از کم کوئی ایمان والا شخص تو اس طرح کہنے کی جسارت نہیں کر سکتا کیونکہ اس کا تو یہ پختہ ایمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ صحیح حدیث اور آپ ﷺ کا ہر ہر فرمان من جانب اللہ، حق اور سچ ہے۔ چونکہ نبی ﷺ دین میں اپنی طرف سے کلام نہیں فرماتے تھے بلکہ اللہ کی "وحی" بیان فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ ﴾ [1]

آٹھویں حدیث:

خَرَجْتُ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِي فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَمْشِي وَحْدَهُ وَلَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ، قَالَ: فَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَكْرَهُ أَنْ يَمْشِيَ مَعَهُ أَحَدٌ.

---

[1] ٥٣/ النجم :٣، ٤۔

قَالَ: فَجَعَلْتُ أَمْشِي فِي ظِلِّ الْقَمَرِ فَالْتَفَتَ فَرَآنِي، فَقَالَ: ((مَنْ هٰذَا؟)) قُلْتُ: أَبُو ذَرٍّ جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاكَ، قَالَ: ((يَا أَبَا ذَرٍّ تَعَالَ))، قَالَ فَمَشَيْتُ مَعَهُ سَاعَةً، فَقَالَ: ((إِنَّ الْمُكْثِرِينَ هُمُ الْمُقِلُّونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَنْ أَعْطَاهُ اللّٰهُ خَيْرًا فَنَفَقَ فِيهِ يَمِينَهُ وَشِمَالَهُ وَبَيْنَ يَدَيْهِ وَوَرَاءَهُ، وَعَمِلَ فِيهِ خَيْرًا)) قَالَ: فَمَشَيْتُ مَعَهُ سَاعَةً فَقَالَ لِي: ((اجْلِسْ هَاهُنَا)) قَالَ: فَأَجْلَسَنِي فِي قَاعٍ حَوْلَهُ حِجَارَةٌ فَقَالَ لِي: ((اجْلِسْ هَاهُنَا حَتَّى أَرْجِعَ إِلَيْكَ))، قَالَ فَانْطَلَقَ فِي الْحَرَّةِ حَتَّى لَا أَرَاهُ فَلَبِثَ عَنِّي فَأَطَالَ اللَّبْثَ، ثُمَّ إِنِّي سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُقْبِلٌ وَهُوَ يَقُولُ: ((وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنَى؟)) قَالَ: فَلَمَّا جَاءَ لَمْ أَصْبِرْ حَتَّى قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاءَكَ، مَنْ تُكَلِّمُ فِي جَانِبِ الْحَرَّةِ؟ مَا سَمِعْتُ أَحَدًا يَرْجِعُ إِلَيْكَ شَيْئًا، قَالَ: ((ذٰلِكَ جِبْرِيلُ عَرَضَ لِي فِي جَانِبِ الْحَرَّةِ))"

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں باہر نکلا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے ہی کہیں تشریف لے جا رہے ہیں آپ کے ساتھ کوئی اور آدمی نہیں، میں سمجھا کہ شاید کسی کا ساتھ چلنا آپ کو پسند نہیں۔ تو میں چاندنی میں پیچھے پیچھے چلنے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مڑے تو مجھے دیکھا تو فرمایا: "یہ کون ہے؟" تو میں نے کہا: ابوذر ہوں اللہ مجھے آپ پر فدا کردے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابوذر! آؤ" کچھ دیر تک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلتا رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مالدار لوگ قیامت کے دن مفلس ہوں گے مگر وہ شخص جسے اللہ نے مال عطا فرمایا اس نے اپنے دائیں بائیں آگے پیچھے اسے خرچ کیا اور نیک کاموں پر اسے لگایا" (تو وہ شخص نیکی کے اعتبار سے مفلس نہیں ہوگا)

پھر میں آپ کے ساتھ تھوڑی دیر چلا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: "یہاں بیٹھ جاؤ" مجھے ایک ایسے میدان میں بٹھا دیا جس کے چاروں اطراف پتھر تھے اور فرمایا "کہ جب تک میں نہ لوٹوں یہیں بیٹھے رہنا" پس آپ پتھریلی زمین کی طرف تشریف لے گئے حتی کہ آپ

میری نظروں سے پوشیدہ ہو گئے آپ نے وہاں کافی دیر لگا دی، پھر میں نے دیکھا کہ آپ واپس تشریف لا رہے ہیں اور میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''اگر چہ چوری کی ہو، اگر چہ زنا کیا ہو'' جب آپ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں صبر نہ کر سکا اور عرض کی: اے اللہ کے نبی! (ﷺ) اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کر دے، اس پتھریلی زمین پر آپ کس سے کلام فرما رہے تھے؟ میں نے تو کسی کو آپ سے بات کرتے ہوئے نہیں سنا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((ذلك جبريل عرض لي في جانب الحرة قال: بشر أمتك أنه من مات لا يشرك بالله شيئاً دخل الجنة)) إلخ [1]

''یہ جبریل علیہ السلام تھے میرے پاس اس پتھریلی زمین پر آئے تھے انہوں نے کہا کہ آپ اپنی امت کو یہ خوشخبری دے دیجئے کہ جو شخص مر گیا اور وہ اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

کتاب الجنائز کی ابتدا میں رئیس المحدثین امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث اس طرح لائے ہیں کہ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أتاني آتٍ من ربي ، فأخبرني أو قال: بشرني- أنه من مات من أمتي لا يشرك بالله شيئاً دخل الجنة ... إلخ)) [2]

''میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا، پس اس نے مجھے خبر دی یا فرمایا: خوشخبری دی کہ میری امت میں سے جو کوئی (اس حال میں) مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

[پہلی حدیث سے واضح ہے کہ یہ آنے والے جبرائیل علیہ السلام تھے۔]

اب اس حدیث پر بھی غور کریں! اس میں بھی اس بات کو بیان فرمایا گیا کہ نبی علیہ السلام

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب المکثرون هم المقلون، رقم: ٦٤٤٣۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب فی الجنائز و من كان آخر كلامه: لا إله الا الله رقم: ١٢٣٧۔

کی امت میں سے بھی وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے جن کی موت اس حال میں واقع ہوئی ہو کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں، شرک سے بچنے والے ہوں۔ اگر بعض لوگوں کے زعم کے مطابق مصطفیٰ ﷺ کی امت ''شرک'' کے خطرے سے محفوظ ہوتی تو یہ خوشخبری دینا کیا معنی رکھتی کہ '' آپ کی امت میں سے وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے جو شرک نہ کرتے ہوں؟''

یہ خوشخبری اسی صورت میں کچھ معنی رکھتی ہے کہ جب اس امت میں شرک جیسے مہلک جرم کا خطرہ موجود ہوتو خوشخبری انہیں دی گئی کہ تم میں سے جو کوئی اس جرم سے محفوظ رہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

نویں حدیث:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما ..... فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:
((مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهِ أَرْبَعُوْنَ رَجُلًا، لَا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا إِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ)) [1]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جو کوئی مسلم شخص فوت ہو جائے اور اس کی نمازِ جنازہ میں چالیس (۴۰) ایسے لوگ شامل ہوں جو اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس فوت شدہ کے حق میں ان لوگوں کی سفارش کو قبول فرماتا ہے۔''

اس حدیث میں میت پر چالیس ایسے لوگوں کی جو شرک نہ کرتے ہوں نمازِ جنازہ پڑھنے کی یہ فضیلت بیان ہوئی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ میت کے حق میں ان کی سفارش یعنی دعائے مغفرت کو قبول فرماتا ہے۔

یہ تو معلوم ومعروف بات ہے کہ نمازِ جنازہ صرف مسلم ہی پڑھتے ہیں سکھ، ہندو، مجوسی، بدھ مت، یہودی، نصرانی وغیرہم کے ہاں اس کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔ اس کے باوجود یہ

[1] صحيح مسلم ، كتاب الجنائز ، باب من صلى عليه أربعون ، رقم: ٩٤٨۔

فرمانا کہ وہ جنازہ پڑھنے والے "شرک نہ کرتے ہوں" ((لا یشرکون باللّٰہ)) سے ظاہر ہوتا ہے کہ نماز جنازہ ادا کرنے والے بھی شرک کر سکتے ہیں۔ اس صورت میں یہ فضیلت حاصل نہیں ہوگی اور نمازِ جنازہ تو صرف رسول اللہ ﷺ کے امتی ہی پڑھتے ہیں تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی امت کے لوگ بھی شرک میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ (اعاذ نا اللہ منہ)

دسویں حدیث:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: **((لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا))** [1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ہر نبی (علیہ السلام) کی ایک دعا مقبول ہوتی ہے۔ پس تمام انبیا علیہم السلام نے اس مخصوص دعا مانگنے میں عجلت فرمائی لیکن میں نے اپنی وہ (خاص) دعا قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے محفوظ کر رکھی ہے پس میری شفاعت میری امت میں سے ہر اس شخص کو پہنچے گی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ"

اس حدیث شریف میں جہاں نبی کریم ﷺ کی اپنی امت کے ساتھ بے پناہ شفقت و محبت کا ذکر ہے وہاں یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ اپنی امت کے گناہگار مگر شرک سے بیزار اور پاک موحدین یعنی عقیدہ توحید کے حامل افراد کی شفاعت فرمائیں گے جیسا کہ علامہ نووی کے قائم کردہ باب سے بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے نیز اس کی شرح میں آپ نے لکھا:

"أَمَّا قَوْلُهُ ﷺ، فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ مَاتَ مِنْ

[1] صحیح مسلم:، کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعۃ واخراج الموحدین من النار، رقم:۱۹۹۔

أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا فَفِيْهِ دَلَالَةٌ لِمَذْهَبِ أَهْلِ الْحَقِّ أَنَّ كُلَّ مَنْ مَاتَ غَيْرُ مُشْرِكٍ بِاللّٰهِ تَعَالٰى لَمْ يُخَلَّدْ فِي النَّارِ" [1]

''باقی آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ ان شاء اللہ یہ شفاعت میری امت میں سے ہر شخص کے لئے ہوگی جو اس حال میں مرا کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ کچھ شرک نہ کرتا ہو پس اس میں اہل حق کے نظریے کی دلیل ہے کہ ہر وہ شخص جو اس حال میں مرا کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنیوالا نہیں تھا تو وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔''

پیر کرم شاہ الازہری صاحب لکھتے ہیں:

''شفاعت کرنے کا وہ مجاز ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی بھی دی اور اس کی یہ گواہی علم ویقین پر مبنی ہو۔ اسی طرح شفاعت اُس کی کی جائے گی جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہو۔ یہ بات خوب ذہن نشین رہے کہ شفاعت صرف اُن گناہ گاروں کے لیے ہوگی جو ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئے اور جن کا خاتمہ کفر یا شرک پر ہوگا ان کے لیے شفاعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔ [2]

اس سے بھی یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کی امت میں شرک کرنے والے ہوں گے اور وہ آپ ﷺ کی شفاعت وخصوصی دعائے مغفرت سے بھی محروم ہو جائیں گے، یہ شفاعت تو ان خوش نصیب وسعادت مند لوگوں کے لئے ہوگی جنھوں نے اپنے دامن کو ہر قسم کے شرک کی نجاست سے محفوظ وپاکیزہ رکھا۔

گیارہویں حدیث: سید المحدثین والفقہا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((حَتّٰى إِذَا فَرَغَ اللّٰهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ، وَأَرَادَ أَنْ يُخْرِجَ بِرَحْمَتِهِ مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، أَمَرَ الْمَلَائِكَةَ أَنْ يُخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا۔ مِمَّنْ أَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَنْ

[1] شرح النووی تحت رقم الحدیث: ١٩٩۔ [2] ضیاء القرآن، ج ٤، ص: ٤٢٩۔

يَرْحَمَهُ۔ مِمَّنْ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَيَعْرِفُونَهُمْ فِي النَّارِ، يَعْرِفُونَهُمْ بِأَثَرِ السُّجُودِ تَأْكُلُ النَّارُ مِنِ ابْنِ آدَمَ إِلَّا أَثَرَ السُّجُودِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُودِ، فَيَخْرُجُونَ مِنَ النَّارِ[وَ] قَدِ امْتُحِشُوا، فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْحَيَاةِ، فَيَنْبُتُونَ مِنْهُ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ)) [1]

''یہاں تک کہ (قیامت کے دن) جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما چکے گا تو اپنی رحمت سے جس کسی کو جہنم سے نکالنا چاہے گا (ان کے متعلق) فرشتوں کو حکم دے گا کہ ان لوگوں کو جہنم سے نکال دیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو (یہ وہ لوگ ہوں گے) جن پر اللہ رحم فرمانا چاہے گا جو " لا إلہ إلا اللہ " کہنے والوں میں سے ہوں گے، فرشتے جہنم میں انہیں پہچان لیں گے، ان کے سجدوں کے نشانات کی وجہ سے جہنم کی آگ ابن آدم کے جسم سے ہر چیز کو کھا جاتی ہے سوائے سجدوں کے نشانات کے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آگ پر سجدوں کے نشانات کو کھانا حرام کر دیا ہے تو وہ جہنم سے نکالیں جائیں گے جب کہ وہ جل چکے ہوں گے تو ان پر آب حیات ڈالا جائے گا.... الخ

بلاشبہ یہ بات درست ہے لیکن (قرآن وحدیث کی نصوصِ صریحہ کی روشنی میں) اس لازمی شرط کے ساتھ کہ وہ ''شرک'' سے بچنے والا ہو شرک نہ کرتا ہو، جیسا کہ اس حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے۔

اگر کلمہ پڑھنے والے شرک سے محفوظ ہو جاتے شرک پروف بن جاتے جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے تو اللہ رب العالمین کے اس فرمان کا کیا مقصد رہ جاتا ہے کہ جو لوگ شرک نہیں کرتے...... "لا إلہ إلا اللہ" کہنے والوں میں سے ہیں انہیں جہنم سے نکال دو، جیسے کہ

---

[1] صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ...... رقم: ٧٤٣٧؛ صحیح مسلم: ١٨٢۔

حدیث بالا میں ہے۔ اگر ایسا ہی ہوتا جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے تو اللہ عزوجل کی بات کا غیر ضروری ہونا لازم آتا ہے، جس کا ایمان والے تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اعاذنا اللّٰہ منہ

بارھویں حدیث:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَضْطَرِبَ أَلْيَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ عَلٰى ذِي الْخَلَصَةِ" وَذُوالْخَلَصَةِ: طَاغِيَةُ دَوْسٍ الَّتِي كَانُوا يَعْبُدُوْنَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ)) [1]

"قیامت اُس وقت تک قائم نہیں ہوتی جب تک کہ دوس قبیلے کی عورتوں کی سرینیں ذوالخلصہ بت کے گرد (طواف کرتے ہوئے) نہ ہلیں، ذوالخلصہ ایک بت تھا، زمانہ جاہلیت میں (یمن کا ایک قبیلہ) دوس اس کی عبادت کیا کرتا تھا۔"

دوس قبیلہ کے لوگ بھی دعوتِ اسلام کو قبول کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے یقینی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امتِ اجابت میں شامل ہونے کا شرف حاصل کر چکے تھے انہیں لوگوں سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشین گوئی فرمائی کے قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ اس قبیلہ کی عورتیں ذوالخلصہ نامی بت کے گرد طواف نہ کریں، اُس کی عبادت نہ کرنے لگ جائیں جس کی وہ زمانہ جاہلیت میں عبادت کیا کرتے تھے، کیا فریقِ ثانی کے لوگ خالص بت پرستی کے بھی شرک ہونے سے انکار کر سکتے ہیں؟

نہیں اور ہرگز ہرگز نہیں تو یہ بات تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کہ امت مسلمہ کے بعض افراد بھی شرک میں مبتلا ہو سکتے ہیں مشرک ہو سکتے ہیں، یہ بات قطعاً درست نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے شرک کا کوئی خوف نہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بذاتِ خود اپنی امت کے بہت سے لوگوں کے شرک میں مبتلا ہو جانے کی پیشین گوئی فرمائی جیسا کہ گزشتہ صفحات

---

[1] [متفق علیه] صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب تغییر الزمان حتی تعبد الاوثان، رقم:٧١١٦؛ صحیح المسلم، کتاب الفتن وأشراط الساعة، باب لا تقوم الساعة حتی تعبد دوس ذو الخلصة، رقم:٢٩٠٦۔

میں کچھ احادیث نقل کی گئیں۔

فریقِ ثانی کے فقیہ ہند شریف امجدی صاحب اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"یعنی قیامت سے پہلے زمانہ جاہلیت کا شرک پھیل جائے گا۔ حَتّٰی تَضْطَرِبَ سے مراد یہ ہے کہ قبیلۂ دوس کی عورتیں ذوالخلصہ کے گرد طواف کریں گی۔" [1]

تیرھویں حدیث:

سیدہ عائشہ صدیقہ وسیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے فرمایا:

لَـمَّا نَـزَلَ بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً لَهُ عَلٰى وَجْهِهِ، فَإِذَا اغْتَمَّ بِهَا كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ: ((لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ)) يُحَذِّرُوْا مَا صَنَعُوْا [2]

جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ اپنے چہرۂ اقدس پر بار بار اپنی مبارک چادر ڈال لیتے جب شدت بڑھتی آپ گھٹن محسوس فرماتے تو اُسے ہٹا دیتے، اسی حالت میں آپ ﷺ فرماتے: "یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو انہوں نے اپنے انبیا علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا" آپ ان کے طرزِ عمل سے ڈرا رہے تھے۔

اس حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ یہ آپ ﷺ کی وفات کے وقت کی ہے جس میں آپ ﷺ نے یہود و نصاریٰ کی قبر پرستی کو بیان فرما کر ان پر لعنت فرمائی، ان کے اس طرزِ عمل کی بنا پر جو اُن لوگوں نے انبیا علیہم السلام اور نیک لوگوں کی قبروں کے ساتھ اپنا رکھا تھا اس سے آپ کا مقصد کیا تھا آخری وقت میں آپ ﷺ کیوں بار بار اس کی طرف توجہ دلا رہے تھے۔ مختلف اہلِ علم حضرات سے اس کی وجہ سنیے:

① علامہ کرمانی شارح بخاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

---

[1] نزهة القاری، ج٥، ص:٨٧٤۔ [2] صحيح البخاری، کتاب الصلاة، بعد از باب الصلاة فی البیعة، رقم:٤٣٥؛ صحيح المسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن بناء المساجد علی القبور۔

"كَانَ يُحَذِّرُهُمْ مِنْ ذٰلِكَ الصَّنِيْعِ لِئَلَّا يُفْعَلَ بِقَبْرِهِ مِثْلُهُ وَلَعَلَّ الْحِكْمَةَ فِيْهِ أَنَّهُ يَصِيْرُ بِالتَّدْرِيْجِ شَبِيْهًا بِعِبَادَةِ الْأَصْنَامِ" [1]

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اُن کے اس طرزِ عمل سے ڈرا رہے تھے تا کہ آپ کی قبر کے ساتھ یہ معاملہ نہ ہو۔ اور شاید کہ اس میں حکمت یہ ہو کہ یہ چیز دھیرے دھیرے بتوں کی عبادت کے مشابہ ہو جاتی ہے۔''

② علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

"وَإِنَّمَا كَانَ يُحَذِّرُهُمْ مِنْ ذٰلِكَ الصَّنِيْعِ لِئَلَّا يُفْعَلَ بِقَبْرِهِ مِثْلُهُ وَلَعَلَّ الْحِكْمَةَ فِيْهِ أَنْ يَصِيْرَ بِالتَّدْرِيْجِ شَبِيْهًا بِعِبَادَةِ الْأَصْنَامِ" [2]

یہ عبارت بھی علامہ کرمانی کے عبارت کی طرح ہر دو کا ایک ہی مفہوم ہے۔

③ حافظ الدنیا حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

"وَكَأَنَّهُ صلی اللہ علیہ وسلم مُرْتَحِلٌ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرَضِ فَخَافَ أَنْ يُعَظَّمَ قَبْرُهُ كَمَا فَعَلَ مَنْ مَضَى فَلَعَنَ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى إِشَارَةً إِلٰى ذَمِّ مَنْ يَفْعَلُ فِعْلَهُمْ...... ((يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا)) جُمْلَةٌ أُخْرٰى مُسْتَأْنِفَةٌ مِنْ كَلَامِ الرَّاوِي، كَأَنَّهُ سُئِلَ عَنْ حِكْمَةِ ذِكْرِ ذٰلِكَ فِي ذٰلِكَ الْوَقْتِ فَأُجِيْبَ بِذٰلِكَ" [3]

''گویا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی مرض میں وفات پانے والے ہیں تو آپ کو خوف ہوا کہ کہیں میری قبر کے ساتھ بھی وہی معاملہ نہ ہو جو پچھلوں کی قبروں کے ساتھ ہوا پس یہود و نصاریٰ پر لعنت ان کے اس فعل کے مذموم ہونے کی طرف اشارہ ہے...... ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ڈرا رہے تھے'' یہ بات راوی کی طرف سے ایک علیحدہ جملہ ہے یہ گویا کہ اس موقع پر یہ بات کہنے کی حکمت پوچھی گئی تو اس کے جواب میں کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے فعل شنیع سے ڈرا رہے تھے۔

---

[1] شرح الکرمانی، ج ٤، ص:٩٧۔ [2] عمدة القاری، ج ٥، ص:١٩٩۔

[3] فتح الباری، ج ١، ص:٧٠٠ تحت رقم الحدیث:٤٣٥۔

④ علامہ ابن الجوزی (المتوفی ۵۹۷ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"وَهٰذَا قَالَهُ قَبْلَ مَوْتِهِ لِئَلَّا يُتَّخَذَ قَبْرُهُ مَسْجِداً" [1]

⑤ علامہ زکریا بن محمد الانصاری (المتوفی ۹۲۶ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا" بَيَّنَ بِهِ الرَّاوِيُّ حُكْمَ ذِكْرِ النَّبِيِّ ﷺ ما ذَكَرَ فِي ذٰلِكَ الوَقْتِ" [2]

آپ ڈرا رہے تھے اس جملہ کے ذریعے راوی نے نبی مکرم کی اس بات کو ارشاد فرمانے کی حکمت بیان فرمائی جو اُس وقت آپ فرما رہے تھے (یعنی یہود و نصاریٰ پر لعنت والی بات) (اور راوی سیدہ عائشہ وسیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم ہیں)

اسی طرح فرمایا:

"يُحَذِّرُ أُمَّتَهُ اَنْ يَفْعَلُوْا بِقَبْرِهِ الْمُقَدَّسِ مَا صَنَعُوْا أَيِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى" [3]

"آپ اپنی امت کو ڈرا رہے تھے کہ کہیں وہ بھی ایسا نہ کریں جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا تھا۔"

⑥ علامہ احمد القسطلانی (المتوفی ۹۲۳ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"يُحَذِّرُ أُمَّتَهُ أَنْ يَصْنَعُوْا بِقَبْرِهِ مِثْلَ مَاصَنَعُوْا أَيِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى بِقُبُوْرِ أَنْبِيَائِهِمْ، وَالْحِكْمَةُ فِيْهِ أَنَّهُ رُبَّمَا يَصِيْرُ بِالتَّدْرِيْجِ شِبْهًا بِعِبَادَةِ الْأَوْثَانِ" [4]

"آپ ﷺ اپنی امت کو اس شنیع فعل سے ڈرا رہے تھے تاکہ یہ آپ ﷺ کی قبر کے ساتھ وہ معاملہ اختیار نہ کرلیں کہ جو یہود و نصاریٰ نے اپنے انبیا کی قبروں کے ساتھ کر رکھا تھا کہ انہیں سجدہ گاہ بنالیا۔ اس ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ بسا اوقات یہ چیز دھیرے

---

[1] كشف المشكل على صحيح البخاری، ج۱، ص:۲۷۶ تحت رقم الحديث:۴۳۷ مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت۔ [2] تحفة الباری شرح صحيح البخاری، ج۱، ص:۳۲۹، تحت رقم الحديث:۴۳۵۔ [3] تحفة الباری، ج۴، ص:۱۲۵، تحت رقم الحديث:۳۴۶۳۔
[4] ارشاد الساری، ج۲، ص:۱۰۸ تحت رقم الحديث:۴۳۵۔

ڈھیرے بتوں کی عبادت کا سبب بن جاتی ہے۔

⑦ علامہ ابن رجب الحنبلی (المتوفی:۷۹۵ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ: اَلْوَثَنُ الصَّنَمُ يَقُوْلُ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ صَنَمًا يُصَلّٰى إِلَيْهِ وَيُسْجَدُ نَحْوُهُ، وَيُعْبَدُ، فَقَدْ إِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، يُحَذِّرُ أَصْحَابَهُ وَسَائِرَ أُمَّتِهِ مِنْ سُوْءِ صَنِيْعِ الْأُمَمِ قَبْلَهُمُ الَّذِيْنَ صَلَّوْا فِي قُبُوْرِ أَنْبِيَائِهِمْ، وَاتَّخَذُوْهَا قِبْلَةً وَمَسْجِدًا، كَمَا صَنَعَتِ الْوَثَنِيَّةُ بِالْأَوْثَانِ الَّتِي كَانُوْا يَسْجُدُوْنَ إِلَيْهَا وَيُعَظِّمُوْنَهَا، وَذٰلِكَ الشِّرْكُ الْأَكْبَرُ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُخْبِرُهُمْ بِمَا فِي ذٰلِكَ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ وَغَضَبِهِ، وَأَنَّهُ يُحِبُّ مُخَالِفَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ وَسَائِرِ الْكُفَّارِ، وَكَانَ يَخَافُ عَلٰى أُمَّتِهِ إِتِّبَاعَهُمْ، أَلَا تَرٰى إِلٰى قَوْلِهِ ﷺ جِهَةَ التَّعْيِيْرِ وَ التَّوْبِيْخِ ((**لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ الَّذِيْنَ كَانُوْا قَبْلَكُمْ**...... انتهى))۔ وَيُؤَيِّدُ مَا ذَكَرَهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُحَذِّرُ مِنْ ذٰلِكَ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ كَمَا فِي حَدِيْثِ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَسَبَقَ حَدِيْثُ جُنْدُبٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ ذٰلِكَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِخَمْسٍ"[1]

ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وثن بت کو کہتے ہیں (آپ ﷺ) فرماتے تھے میری قبر کو صنم نہ بنانا کہ اس کی طرف نماز پڑھی جائے اُس کی طرف رُخ کر کے سجدہ کیا جائے اور اُس کی عبادت کی جائے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کا اُن پر بہت سخت غضب ہوتا جو اس طرح کی حرکتیں کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحابہ اور اپنی جمیع امت کو اُمم سابقہ کی ان بری حرکتوں سے ڈراتے رہتے جو اپنے انبیا کی قبور کے درمیان نمازیں پڑھتے اور اُن قبروں کو

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری لا بن رجب الحنبلی، ج۲، ص:۱۹۶، ۱۹۷ تحت رقم الحدیث: ۴۳۵، ۴۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

قبلہ وسجدہ گاہ بنا بیٹھے تھے جس طرح کہ بت پرستوں نے اپنے بتوں کے ساتھ معاملہ روا رکھا کہ وہ اُن کی طرف اُن کے سامنے سجدہ کرتے اور ان کی تعظیم کرتے، اور یہ شرک اکبر ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ اپنی امت کو بتلاتے رہتے کہ ان قبیح امور میں کس قدر اللہ کی ناراضی وغضب ہے اور یہ اُن امور میں سے ہے جن سے اللہ راضی نہیں۔ آپ ﷺ کا ڈرانا اس خوف سے تھا کہ کہیں یہ امت بھی اس چیز میں مبتلا نہ ہو جائے ان کی پیروی نہ کرنے لگے۔ اللہ کے رسول اہل کتاب اور تمام کفار کی مخالفت پسند کرتے تھے، اپنی امت پر ان کی پیروی کا خوف محسوس فرماتے، کیا آپ نہیں دیکھتے ان کو اس فرمان کی طرف کہ آپ نے قابل مذمت قرار دیتے ہوئے نیز فہمائش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کی ہو بہو پیروی کرو گے...... (ابن عبدالبر کا بیان ختم ہوا) ابن رجب فرماتے ہیں ابن عبدالبر نے جو کچھ ذکر فرمایا یہ حدیث اُن کی تائید کرتی ہے کہ نبی ﷺ اپنی مرض وفات میں اس سے ڈراتے رہے جیسا کہ حدیثِ عائشہ وابن عباس رضی اللہ عنہم میں وارد ہوا اور سیدنا جندب کی حدیث گزری کہ نبی ﷺ نے اپنی وفات سے پانچ روز قبل یہ بات بیان فرمائی۔

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ ابن عبدالبر قبر پرستی یعنی قبروں کو سجدہ کرنا، اس کی عبادت کرنا انہیں قبلہ بنانے کو شرک اکبر سمجھتے تھے۔

⑧ علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الأبی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"لَمَّا عَلِمَ ﷺ أَنَّهُ مَيِّتٌ عَرَضَ بِفِعْلِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى لِئَلَّا يُفْعَلَ بِقَبْرِهِ مِثْلُ ذٰلِكَ وَشَدَّدَ فِي النَّهْيِ عَنْ ذٰلِكَ خَوْفًا أَنْ يَتَنَاهٰى فِي تَعْظِيْمِهِ وَيَخْرُجَ عَنْ حَدِّ الْمَبَرَّةِ إِلَى حَدِّ النَّكِيْرِ فَيُعْبَدَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَلِذَا قَالَ ﷺ ((لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا يُعْبَدُ)) لِأَنَّ هٰذَا الْفِعْلَ كَانَ أَصْلُ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ عَلٰى مَا تَقَدَّمَ" [1]

---

[1] اکمال اکمال المعلم شرح صحیح المسلم، ج ۲، ص: ۴۲۴ تحت رقم الحدیث: ۵۲۸۔

جب نبی ﷺ کو اپنی فوتگی کے وقت کا علم ہوا تو آپ نے یہود و نصاریٰ کا فعل پیش فرمایا تا کہ آپ ﷺ کی قبر کے ساتھ اس طرح کا معاملہ نہ ہو آپ نے سختی سے اس سے منع فرمایا اس خوف سے کہ لوگ آپ کی تعظیم میں نیکی کی حد سے نکل کر گناہ کی حد میں نہ داخل ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کی عبادت کی جائے۔ اسی لیے تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! میری قبر کو ایسا نہ بنانا کہ لوگ اُس کی عبادت کرنے لگیں۔'' چونکہ قبر پرستی ہی بت پرستی کی بنیاد رہی ہے جیسا کہ گزرا۔

⑨ علامہ محمد السنوسی الحسینی فرماتے ہیں:

"لَمَّا عَلِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ مَيِّتٌ عَرَضَ بِفِعْلِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارىٰ لِئَلَّا يُفْعَلَ بِقَبْرِهِ مِثْلُ ذٰلِكَ" [1]

''جب رسول اللہ ﷺ کو اپنی وفات کے وقت کا علم ہوا تو آپ نے یہود و نصاریٰ کا فعل پیش فرمایا تا کہ خود آپ کی قبر کے ساتھ یہ معاملہ نہ کیا جائے۔''

⑩ علامہ حسین بن محمد بن عبداللہ الطیبی (المتوفی: ۷۴۳) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"لَعَلَّهُ (عليه السلام) عَرَفَ: بِالْمُعْجِزَةِ أَنَّهُ مُرْتَحِلٌ، فَخَافَ مِنَ النَّاسِ أَنْ يُعَظِّمُوْا قَبْرَهُ كَمَا فَعَلَ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارىٰ، فَعَرَضَ بِلَعْنِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارىٰ وَصَنِيْعِهِمْ لِئَلَّا يُعَامِلُوْا قَبْرَهُ مُعَامَلَتَهُمْ...... لَمَّا كَانَ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارىٰ يَسْجُدُوْنَ لِقُبُوْرِ الْأَنْبِيَاءِ تَعْظِيْمًا لِشَأْنِهِمْ، وَيَجْعَلُوْنَهَا قِبْلَةً، وَيَتَوَجَّهُوْنَ فِي الصَّلَاةِ نَحْوَهَا، فَاتَّخَذُوْهَا أَوْثَانًا، لَعَنَهُمْ وَمَنَعَ الْمُسْلِمِيْنَ عَنْ مِثْلِ ذٰلِكَ وَنَهَاهُمْ عَنْهُ" [2]

''شاید آپ ﷺ نے بذریعہ معجزہ یہ بات جان لی کہ آپ ﷺ دنیا سے تشریف

---

[1] مكمل إكمال المعلم، ج ٢، ص: ٤٢٤۔ [2] شرح الطيبي على مشكوٰة المصابيح،

لے جانے والے ہیں، تو آپ نے لوگوں سے یہ خدشہ محسوس فرمایا کہ وہ آپ ﷺ کے قبر کی اس طرح تعظیم نہ کریں جس طرح کے یہود و نصاریٰ نے کیا، پس یہود و نصاریٰ اور ان کے فعل پر لعنت کی غرض یہ تھی کہ آپ کی قبر کے ساتھ یہ معاملہ نہ اختیار کیا جائے...... جب یہود و نصاریٰ نے انبیا علیہم السلام کے شان کی تعظیم کرتے ہوئے ان کی قبروں کو قبلہ بنایا نماز میں ان کی طرف رخ کرنے لگے، انہیں اوثان بناڈالا۔ تو آپ ﷺ نے اُن پر لعنت فرمائی اور مسلمین کو ان امور سے منع فرمایا۔''

⑪ علامہ قاضی عیاض (المتوفی ۵۴۴ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وَتَغْلِيْظُ النَّبِيِّ ﷺ فِي النَّهْيِ عَنْ إِتِّخَاذِ قَبْرِهِ مَسْجِدًا، لَمَّا خَشِيَ مِنْ تَفَاقُمِ الْأَمْرِ وَخُرُوْجِهِ عَنْ حَدِّ الْمَبَرَّةِ إِلَى الْمُنْكَرِ، وَقَطْعًا لِلذَّرِيْعَةِ، وَقَدْ نَبَّهَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ قَوْلِهِ لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِيْ وَثَنًا يُعْبَدُ وَلِأَنَّ هٰذَا كَانَ أَصْلُ عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ...... [1]

''نبی کریم ﷺ کا اپنی قبر کو مسجد بنانے سے سختی کے ساتھ منع فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو اس معاملہ کی سنگینی اور نیکی کی حدود سے نکل کر منکرات میں داخل ہونے کا خوف محسوس ہوا نیز آپ ﷺ نے سدِّ ذریعہ کے لیے اس سے منع فرمادیا اور اپنے فرمان میں اس بات پر تنبیہ فرمائی کہ میری قبر کو وثن نہ بنانا کہ اس کی عبادت کی جائے چونکہ قبر پرستی ہی بتوں کی عبادت کی بنیاد بنی۔

⑫ ملا علی قاری حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"قَالَ الطِّيْبِيُّ: كَأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَرَفَ أَنَّهُ مُرْتَحِلٌ، وَخَافَ مِنَ النَّاسِ أَنْ يُعَظِّمُوْا قَبْرَهُ كَمَا فَعَلَ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى، فَعَرَّضَ بِلَعْنِهِمْ كَيْلَا يُعَامِلُوْا مَعَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ: ((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى))، وَقَوْلُهُ ((اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ

---

[1] اكمال المعلم بفوائد مسلم للقاضی عياض، ج۲، ص:۴۵۰ تحت رقم الحديث:۵۲۸، مطبوعه دار الوفاء، بيروت۔

مَسَاجِدَ)) سَبَبُ لَعَنِهِمْ إِمَّا لِأَنَّهُمْ كَانُوْا يَسْجُدُوْنَ لِقُبُوْرٍ وَذٰلِكَ هُوَ الشِّرْكُ الْجَلِيُّ وَإِمَّا لِأَنَّهُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ الصَّلَاةَ لِلّٰهِ تَعَالٰى فِي مَدَافِنِ الْأَنْبِيَاءِ، وَالسُّجُوْدُ عَلٰى مَقَابِرِهِمْ وَالتَّوَجُّهُ إِلٰى قُبُوْرِهِمْ حَالَةَ الصَّلَاةِ نَظَرًا مِنْهُمْ بِذٰلِكَ إِلٰى عِبَادَةِ اللّٰهِ وَالْمُبَالَغَةِ فِي تَعْظِيْمِ الْأَنْبِيَاءِ وَذٰلِكَ هُوَ الشِّرْكُ الْخَفِيُّ لِتَضَمُّنِهِ مَا يَرْجِعُ إِلٰى تَعْظِيْمِ الْمَخْلُوْقِ فِيْمَا لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ، فَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ أُمَّتَهُ عَنْ ذٰلِكَ إِمَّا لِمُشَابَهَةِ ذٰلِكَ الْفِعْلِ سُنَّةَ الْيَهُوْدِ أَوْ لِتَضَمُّنِهِ الشِّرَّ الْخَفِيَّ كَذَا قَالَهُ بَعْضُ الشُّرَّاحِ مِنْ أَئِمَّتِنَا وَيُؤَيِّدُهُ مَاجَاءَ فِي رِوَايَةٍ: يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا" [1]

علامہ طیبی نے فرمایا: گویا کہ نبی ﷺ نے یہ جان لیا تھا کہ آپ اس دنیا سے تشریف لے جانے والے ہیں اور آپ نے اس بات کا خوف محسوس فرمایا کہ کہیں لوگ آپ کی قبر کی اس طرح سے تعظیم کرنے لگیں جس طرح یہود و نصاریٰ نے (تعظیم کے نام پر) کیا، تو اُن پر لعنت فرمانے کی غرض یہ تھی کہ آپ کے ساتھ یہ معاملہ نہ کیا جائے پس آپ نے فرمایا۔ یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو اور آپ کا یہ فرمانا کہ انہوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا یہ لعنت فرمانے کا سبب ہے یا تو اس لیے کہ وہ اپنے انبیا کی قبروں کو سجدے کرتے تھے اُن کی تعظیم بجا لاتے ہوئے اور یہ تو واضح شرک ہے۔ یا اس لیے کہ وہ انبیا کی قبروں کے درمیان اللہ تعالیٰ کے لیے نماز ادا کرتے، ان کے مقبروں پر سجدے کرتے اور نماز کی حالت میں اُن کے قبور کی طرف اور انبیا کی تعظیم میں مبالغہ و غلو کرتے ہوئے مخلوق کی اس طور پر تعظیم کرنا کہ جس کی اُسے اجازت نہیں اس بات کے متضمن ہونے کی بنا پر یہ شرکِ خفی ہے۔ پس نبی نے اپنی امت کو اس چیز سے روک دیا یا تو یہود و نصاریٰ کے طریقہ کی متابعت کی بنا پر یا شرک خفی پر مشتمل ہونے کی بنا پر اسی طرح فرمایا ہمارے ائمہ میں سے بعض شارحین نے، اور

[1] مرقاۃ شرح مشکوۃ، کتاب الصلاۃ، باب المساجد و مواضع الصلاۃ، تحت رقم الحدیث: ۷۱۲، ج۲، ص:۴۱۵، ۴۱۶۔

یہ الفاظ کہ ''آپ ان کے طرزِ عمل اپنانے سے ڈرا رہے تھے'' اس شرح کی تائید کرتے ہیں۔

مختلف ادوار کے ان اہل علم حضرات کی شروحات کے ان اقتباسات کثیرہ سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم کو اپنی امت سے قبر پرستی کے شرک کا خطرہ تھا آپ اپنی امت کو شرک سے بالکل محفوظ و مامون نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے بلکہ نبی ﷺ نے اپنی زندگی کے چند آخری ایام میں کہ جب آپ کی طبیعت بابرکت ناساز تھی خاص ان دنوں میں دنیا سے جاتے وقت اپنی بابرکت حیات کے آخری گھڑیوں میں بھی اپنی امت کو شرک سے قبر پرستی سے بچتے رہنے کی تعلیم دی اور اس سے بار بار ڈرایا جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلافِ امت کے بیان سے ظاہر و باہر ہے۔ لہٰذا امت کو چاہیے کہ نبی ﷺ نے جس چیز سے ڈرایا اُس سے ڈرتے رہیں اور اس سے بچتے رہنے کی پوری سعی و جدوجہد کریں اس سے قطعاً بے خوف نہ ہوں۔

عقلی طور پر بھی اگر غور کیا جائے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان کا ازلی دشمن شیطان لعین اس امت کو اسلام میں سب سے مذموم ناقابلِ معافی جرم میں مبتلا کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اس کی تو یہ پوری کوشش ہے کہ بنی نوع انسان کو شرک و کفر کے جال میں پھانس کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں عذاب پانے والا بنا دے۔

اب آخر میں ہم فریق ثانی کے ''مجدد الملت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب بریلوی کے فتاویٰ سے ایک مزید اقتباس پیش کرتے ہیں شاید اسی پر غور فرما کر اپنے نظریہ پر نظرِ ثانی کے لیے تیار ہو جائیں۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

''اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم سے راوی حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

"مَنْ سَبَّ الْعَرَبَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُشْرِكُوْنَ"

جو اہل عرب کو سب و شتم کریں وہ خاص مشرک ہیں۔'' [1]

---

[1] فتاوی رضویہ، ج٦، ص: ٦٨٤ مطبوعه لاهور، بحواله شعب الایمان، فصل فی الصلاة علی النبی دار الکتب العلمیه، ج٣، ص: ٢٣١۔

خان صاحب کی پیش کردہ اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس امت کے بعض لوگ شرک میں مبتلا ہو سکتے ہیں، چونکہ آج بھی بہت سے لوگ اہلِ عرب کو برا بھلا کہتے ہیں تو اس عمل کا مرتکب اس روایت کے مطابق خاص مشرک ہے۔

قارئین کرام! قرآن مجید فرقان حمید کی واضح آیات اور نبی مکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ نیز اسلافِ امت کی تائیدات اور بیشتر مقامات پر فریقِ ثانی کے ہاں قابلِ قدر و معتبر مسلم شخصیات کی کتب تفاسیر و شروحاتِ احادیث سے ان کی تشریحات آپ حضرات کے سامنے ہیں۔

جن سے آپ بخوبی و بآسانی یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ امتِ مصطفیٰ ﷺ میں شامل افراد بھی شرک میں مبتلا ہو سکتے ہیں اور ہوئے بھی ہیں، اس امت کے بعض افراد کا شرک میں مبتلا ہو جانا کوئی ناممکن بات نہیں ہے بلکہ یہ عین ممکن ہے قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی میں ان لوگوں کی بات واضح طور پر باطل ثابت ہو جاتی ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا امتی مشرک نہیں ہو سکتا شرک نہیں کر سکتا وہ تو شرک سے بالکل محفوظ و مأمون ہے، یہ دعویٰ، سوچ، فکر، نظریہ، عقیدہ، خیال، مذہب، منہج، مسلک اور طریق یقینی طور پر قرآن و حدیث کے برعکس و برخلاف اور متضاد سوچ ہے۔ اس موضوع پر تفصیلی معلومات کے لیے استاذی المحترم فضیلۃ الشیخ مفتی مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کی محقق و مدلل و عمدہ کتاب ''کلمہ گو مشرک'' کا مطالعہ کیجئے۔

سبحانك اللّٰه و بحمدك أشهد ان لا إله الا اللّٰه أنت استغفرك وأتوب اليك وصلى اللّٰه وسلم و بارك على نبينا محمد وعلىٰ آله وأصحابه اجمعين۔

ابوالاسجد

محمد صدیق رضا

۱۰ مارچ ۲۰۰۸

مقیم ستیانہ بنگلہ

امت اور شرک کا خطرہ

